Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

WEB SPECIAL NOVEL

www.safareadab.com

تحلیل سے تکمیل تک

ارمین آبرو

تحلیل سے تکمیل تک

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم ارمین آبرو

All Rights Reserved

Copyright: Armeen Aabroo (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

safareadab@gmail.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

تحلیل سے تکمیل تک کے تمام جملہ حقوق لکھاری " ارمین آبرو" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

قسط نمبر:06

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سارا اپنے کمرے کی ٹیرس میں کھڑی تھی. ہلکی ہلکی بارش برس رہی تھی. وہ ہاتھ باہر کیے برستی بارش کی بوندیں اپنی ہاتھ کی ہتھیلی پے جمع کر رہی تھی .

"تمہیں بارش پسند ہے؟ "کوئی شک نہیں تھا کہ یہ مار کو ہی تھا. وہ اک دم پلٹی، ہتھیلی پے جمع ہوتی بوندیں ہاتھ سے پھسل کے نیچے جا گریں.

"ہاں، کیسے نہیں پسند ہوتی ". اس نے کہا اور واپس آسمان کی جانب دیکھنے لگی. وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سارا کے ساتھ آ کھڑا ہوا. سارا اپنے میں مگن بارش کو دیکھ کے محظوظ ہو رہی تھی اور مار کو اسے دیکھ کے. کچھ دیر اسے یوں ہی دیکھنے کے بعد وہ نرمی سے مسکرایا اور پھر گویا ہوا.

"تم گانے سنتی ہو؟ "اس کے سوال پے سارا نے گردن موڑ کے اس کو دیکھا.

"تمہیں لگتا ہے میں سنتی ہوں گی؟ "اس نے سوال کے جواب میں سوال کیا.

"نہیں. لگتا تو نہیں ". اس نے صاف جواب دیا.

"غزلیں سنتی تھی "..اس نے کہا.

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہوں. کون سی؟ "مار کو نے پوچھا. وہ دونوں مخاطب ایک دوسرے سے تھے مگر دیکھ آسمان کو رہے تھے.

"تمہیں اچانک سے کہاں سے خیال آ گیا؟ "اس نے پھر سوال کے جواب میں سوال کیا.

"بتاؤ تو "..مار کو متجسس تھا.

"اب تو یاد بھی نہیں "..سارا کے جواب پے مار کو نے مایوسی سے اس کو دیکھا.

"تم بتاؤ. تم سنتے ہو غزلیں؟ "اب کے سارا نے پوچھا تو وہ زیر لب مسکرایا.

"سنتا تھا. اپنی انا کے منہ سے "..اس نے جواب دیا. آسمان پے ایک زوردار گرج ہوئی.

"انا سے؟ "سارا نے اس کی جانب دیکھا جواب بھی آسمان کو ہی تک رہا تھا.

"ہوں. جب بھی میں انا سے ناراض ہوتا تو وہ مجھے منانے کے لیے سناتی تھیں ". اس نے جواب دیا تو سارا کی آنکھیں مزید پھیل گئیں .

"کیا مطلب.. ناراض ہوتے تھے. آئی مین ایسی کون سی غزل..؟ "اس نے پوچھا.

"ارے مطلب جب امی ڈانٹی تھیں تو میں کہتا تھا کہ انا آپ کے گلے شکوے کبھی ختم نہیں ہوتے . تو انا جواباً یہ سناتی تھیں ". کہہ کر وہ کچھ گنگنانے لگا.

"برا نہ مانو بات کا، یہ پیار ہے گلہ نہیں ". اس کی آواز بے حد حسین تھی. سارا کے کانوں میں جیسے کوئی شہد گھول رہا تھا. اس کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس اسٹرونگ، سولڈ اور بے حد روکھے انسان کے پاس ایسا فن بھی ہو گا. مگر مار کو ہمیشہ سے ایسا تھوڑی تھا. وہ ایک نازک اور حساس بچا تھا جسے حالت نے ایسا کر دیا تھا. سارا اس کی زندگی میں رنگ واپس لانے کا ذریع بن رہی تھی. سارا بغور اس کو دیکھ رہی تھی.

"ابھی نہ جاؤ چھوڑ کر. کہ دل ابھی بھرا نہیں ". مار کو خاموش ہوا تو سارا نے آگے کی لائن لہک کے پڑھی. ابھی تک آسمان کو گھورتے مار کو کی نظریں سارا پے آ رکیں. وہ حیرانی تھی جس کو وہ چھپا نہ سکا. سارا نے مسکراتے ہوئی بھویں اچکائیں. وہ اب بھی گا رہی تھی.

"تم.. تمہاری آواز بلکل انا جیسی ہے "..وہ لبوں کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے بھی مسکرا رہا تھا .

"ابھی نہ جاؤ چھوڑ کر، کہ دل ابھی بھرا نہیں ". اب وہ دونوں ساتھ ساتھ ہلکی آواز میں گا رہے تھے. ایک بار پھر بادل خوب زور سے گرجے تھے. سارا ذرا سہمی تو مار کو نے گرل پے رکھے اس کے ہاتھ پے اپنا ہاتھ رکھا. اس نے خود کو مار کو کے ساتھ خوش، مطمئن اور محفوظ محسوس کرنا شروع کر دیا تھا. مگر کب تک. وہ جب مار کو کے ساتھ ہوتی، اپنی تمام الجھنوں کو، پریشانیوں کو جیسے بھول جاتی.

****

"سلیم آپ اس کام کو جلد "..ابھی وہ سلیم سے مخاطب تھا کہ زنیرہ اس کے سامنے سے چھپتے ہوئے جلدی سے نکل کے جانے لگی تو مارکو نے اس کو آواز لگائی.

"روکو! سلیم آپ جائیں ".اس نے سلیم کو وہاں سے بھیج دیا.

"کیا ہے؟ "زنیرہ کا لہجہ ویسا ہی تھا. روکھا.

"بات کرنی ہے تم سے ".اس نے کہا تو زنیرہ پلٹی.

"بولو، کیا ہے ".وہ ایک گہری سانس لے کے اس کی جانب آئی.

"کیا کر رہی ہو یہ تم زنیرہ؟ ہمارے رشتے کو کیوں خراب کر رہی ہو؟ "اس نے زنیرہ کے کندھے پے ہاتھ رکھنا چاہا مگر وہ پیچھے ہو گئی.

"میں کیا کر رہی ہوں مارکو؟ میں؟! اور جو تم نے کیا ہے؟ اس کا کیا؟ ہاں؟ اس غیر ملکی، دشمن سے شادی کر لی؟ میرے پیچھے یہ سب؟ مارکو اگر تم نے یہ سب چپ چھپا کے نہیں کیا تو میرے پیچھے کیوں کیا! تم ڈرتے ہو کہ اگر کسی کو "..وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کے ادا کرتی جا رہی تھی جب تک مارکو نے اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا. مارکو کا ہاتھ فضہ میں ہی رہ گیا. وہ ہاتھ تو اٹھا تو لیتا تھا مگر مار نہیں سکتا تھا. زنیرہ سے بلا کی محبت کرتا تھا. وہ اس کو سگی بہنوں کی طرح عزیز تھی.

"مارکو "!اندر آتے طالب نے بلند آواز میں کہا تو وہ دونوں پلٹے.

"تم زنیرہ پے ہاتھ اٹھا رہے ہو؟! دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ "!وہ چلاتا ہوئے ان کے پاس آیا تھا.

"طالب تم اس کو سمجھاؤ، یہ کیا بیوقوفی کر رہی ہے ".اس نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا.

"محبت بیوقوفی نہیں ہوتی، مجھے بھی ہے. اس میں کیا بری بات ہے؟ "طالب نے جسے زنیرہ کو کوور کیا. وہ اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی. جیسی حمایت اس نے چاہا تھا کہ مار کو اس کی کرے ویسی حمایت طالب نے کی تھی.

"میں اس کا بڑا بھائی ہوں طالب " . اس کے جواب پے طالب نے پلٹ کے زنیرہ کی آنکھوں میں جھانکا.

"جانتا ہوں یہ تھوڑی سی بیوقوف ہے لیکن جذبات تو ہر انسان کے ہوتے ہیں. اب وہ تکلیف میں ہے. ریکور کرنے میں کچھ تو اگریشن نکالے گی نا. تم اس کو وقت دو ". طالب کی بات پے مار کو نے اسے سوالیہ نظروں سے گھورا جو کہ زنیرہ نہ دیکھ سکی چونکہ طالب کے پیچھے کھڑی تھی.

"ٹھیک ہے ". طالب نے جیسے نظروں ہی نظروں میں مار کو سے منّت کی تھی کہ بھرم رکھ لے.

اس کے جواب پے طالب کے شانے چھوڑے ہو گئے. اس کی یہ حرکت دیکھ، مار کو بے ساختہ مسکرا دیا.

"گڈ. اب زونی. آئی مین، زنیرہ کو تنگ مت کرنا ". اس نے اپنے آپ میں خوش ہوتے ہوئے مار کو کو حکم دیا تھا.

"تم مجھے زونی کہہ سکتے ہو " . زنیرہ اس کے سامنے آئی پھر کہا .

"اینڈ تھنک یو طالب ". اس نے کہا اور وہاں سا نکل آئی.

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب بتا کیا سین ہے؟ "طالب تو جیسے خوشی سے اچھل رہا تھا. مار کو نے اس کو بازو سے پکڑا اور اس کی سامنے والی جیب سے لائیٹر نکالا. ٹیبل پے رکھے سگار کے ڈبے میں سے ایک سگار نکالا اور لبوں میں دبایا.

"یار.. اچھی لگتی ہے.. مجھے.. یہ زنیرہ ".. اس نے جیسے شرماتے ہوئے کہا. مار کو کا خوب زور دار قہقہہ فضہ میں بلند ہوا.

"ہنس مت یار. کیا ہے تجھے بھاڑ میں جا ".. وہ لڑکیوں کی طرح ناراض ہو کے جانے لگا تو مار کو نے اسے روکا.

"اچھا اچھا سن، ویسے ہمّت ہے تیری، بھائی کے سامنے بہن سے اظہار محبت کر رہا ہے ". وہ اب بھی ہنس رہا تھا.

"تو تو اس کے بھائی کے ساتھ میرا دوست بھی تو ہے. اچھا ویسے بتانا، میرے بارے میں کیا کہتی ہے؟ "طالب کی نظروں کے اشارے پے مزید زور سے ہنسا.

"ابے چپ کر بھئی. میں نہیں بتا سکتا. تو رو دے گا ". اس کے جواب پے طالب کا منہ کھل گیا.

"اتنا برا ہوں میں اس کی نظروں میں؟ "وہ تو جیسے ابھی رویا.

"کوئی نہیں، ایک دو اور ایسی فلمی اینٹریاں مار. سب سیٹ ہو جائے گا. میں تو تیرے راستے کا پتھر نہیں ہوں نا. تیری تعریفیں کروں گا مان جائے گی. ویسے مشورے میں ایسے دے رہا ہوں جیسے کتنا کوئی تجربہ ہے مجھے اس سب کا ". اس سے اپنی دو انگلیوں میں دبائے سگار والے ہاتھ سے اشارہ کیا.

"بس کر دے. جس دن نکاح تھا نا تیرا، بلکہ اس سے پہلے سے ہی تو سارا ".. ابھی وہ مزید کچھ کہتا مر کو نے اپنا ہاتھ بڑھا کے اسے چپ کروایا.

"بکواس مت کر. گلہ دبا دوں گا تیرا میں. مجھے کچھ نہیں تھا نکاح سے پہلے اس سے ".. مار کو نظریں چرا گیا تو طالب ہنس پڑا.

"اچھا تجھے نہ صحیح، مگر سارا کو تو تھا نا.. کیسے نکاح والے دن خاموش کھڑی رہی تھی. جب تو نے پوچھا تھا کہ سارا مجھ سے نکاح کرو گی. ابے اس کی خاموشی حلق پھاڑ پھاڑ کے اس کی رضامندی کی گواہی دے رہی تھی ". اس کی بات پے مار کو نے نظریں اس کے چہرے پے گاڑ دیں.

"جا بھئی. ایسا کچھ نہیں تھا. اسے تو اب نکاح کے بعد بھی مجھ سے گھن آتی ہے. اسک.. اس کے باپ کا قتل ہوں میں "..مار کو کی آواز ہلکی پڑ گئی تھی. طالب اس کے پاس آیا اور اس کے شانے پے ایک ہاتھ مرا.

"یہ لڑکیاں بتاتی نہیں ہیں. گھنی ہوتی ہیں "اس کے جواب پے وہ ہنس پڑا.

"بہت ہی بڑا کوئی تو الو کا پٹھا ہے ".. ان دونوں کی دوستی بہت پرانی اور بہت پائے دار تھی .

****

باب:تباہی اور فساد

۱۸ اگست،۱۹۹۸

نظر جتنی بھی دور تک جاتی،وہاں ہر طرف صرف تباہی تھی. معلوم ہوتا تھا کہ وہاں خون کی ہولی کھلی گئی ہے. چھوٹے چھوٹے بچے،مائیں،بزرگ،مرد وزن،ہر کسی کی لاشیں ادھر ادھر پڑی تھیں. کچھ مقامات پے آہستہ آہستہ ایمبیولنس اور کچھ امداد پہنچتی جارہی تھی. شہید ہوئے لوگوں کی درمیان،ہر جگہ صرف خون اور ٹوٹی، برباد ہوئی عمارتوں کے بیچ وبیچ وہ اب بھی یوں ہی ساکت بیٹھا تھا. زنیرہ کے کانوں پے ہاتھ رکھے بیٹھا محمّد بس اس لمحے رویا تھا جس لمحے اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے باپ کو جاتے دیکھا تھا .

"اللہ سب سمبھال لے گا!وہ ہمیں بچالے گا "!یہ اس کے والد کی آواز تھی جو اس کے کان کے پردے پے ابھری تھی. اشفاق صاحب نے یہ جملہ تب ادا کیا تھا جب وہ اپنی شہادت کی جانب دوڑے تھے.

"اللہ نے تو کچھ نہیں کیا "..اس نے ہلکی سی آواز میں کہا.

"اللہ نے تو نہیں بچایا بابا آپ کو..اللہ نے تو کچھ نہیں کیا. وہ کچھ نہیں کرتا،میرے لیے کچھ نہیں کرتا بابا. میری ماں سے محبت نہیں،اسے مجھ سے نفرت تھی اس لیے اس نے مجھ سے میری انا کو لے لیا بابا ". وہ دل ہی دل میں اپنی باپ سے مخاطب تھا. اس کے کانوں میں اب بھی اپنی چھوٹی ماں اور والد کی آوازیں گونج رہی تھیں.

"وہ چیخے تھے!تجھے پکارا تھا میرے اللہ!تو نے نہیں سنا!تو نے نہیں بچایا "!وہ رو اب بھی نہیں رہا تھا. بس آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے حلق کے بل چلّا رہا تھا. زنیرہ روتے روتے سو گئی تھی. وہ ۱۰ سالہ بچی ابھی بہت کمزور اور چھوٹی تھی اس سب کے لیے.

"اس مٹی کی قسم کھاتا ہوں،تب تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک اپنے باپ کے قتل کا،اپنی چھوٹی امی،اور اپنی انا کے خون کا بدلہ نہیں لے لیتا "!اس نے زمین پے خوب زور سا تھ ہاتھ مارا اور اپنی مٹھی میں مٹی جکڑ لی. اس کے

جذبات آنسو کی صورت نہیں اس کے جلال کی صورت باہر آ رہے تھے. جنگ نے ایک حیوان پیدا کیا تھا. اس معصوم روح کو جانور بنایا گیا تھا. حیوان بنائے جاتے ہیں، پیدا نہیں ہوتے.

بمباری کو رکے اب گھنٹہ بھر ہو گیا تھا. اللہ نے اگر کچھ نہ کرنا ہوتا تو وہاں محمّد اور زنیرہ بھی زندہ نہیں ہوتے.
ایمبیولینس خوب زور سے سائرن بجاتی ہوئی اس جگہ کا چکّر لگا رہی تھی. ریسکو ٹیم پہنچ گئی تھی. وہاں نہ آدم تھا نہ آدم کی اولاد. بس محمّد اور زنیرہ. محمّد یونہی سکت بیٹھا رہا جب کہ اس کی گود میں سر رکھے لیٹی زنیرہ سکون سے سو رہی تھی. محمّد کے پیشانی پے خون تھا. زنیرہ کا ہاتھ اور پاؤں زخمی تھا. وہ پیشانی جہاں ہمیشہ اشفاق صاحب کے لبوں کا نشان ہوتا تھا، آج وہاں ان کا ہی خون تھا. سرخ لال.

ایک ایمبولینس ان کی جانب آئی اور آ کے رکی. ساتھ ہی ایک ڈاکٹر اس میں سے باہر آئے.

"وہاں دو بچے ہیں "!انہوں نے ریسکیو ٹیم کو اطلاع دی. یہ ڈاکٹر برائن تھے.

"محمّد! زنیرہ "!ان کو اپنی آنکھوں پے یقین نہ تھا. خوشی سے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں. ان کا کوئی اپنا زندہ تھا. ڈاکٹر برائن، اشفاق صاحب کی فرما کمپنی میں کام کرتے تھے. اشفاق صاحب اور ڈاکٹر برائن عزیز دوست تھے. ان کے بچے ڈاکٹر برائن کو اپنی بچوں کی طرح عزیز تھے. وہ دوڑتے ہوئے ان دونوں کی جانب آئے.

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"محمّد "!انہوں نے بے ساختہ محمّد کو گلے لگا لیا. اس کے تاثرات اب بھی ویسے ہی تھے .

"بیٹا تمہارا بابا اور امی کہاں ہیں؟ "انہوں نے جیسے اس کی دکھتی رگ پے ہاتھ رکھا تھا، مگر یہ لڑکا اب بھی ایک آنسو نہیں رویا.

"چلے گئے ". اس نے جواب دیا. لہجہ بلکل سپاٹ تھا.

"کیا.. کیا مطلب ".. ان کے لیے یقین کرنا مشکل تھا. انکا اتنا عزیز دوست جا چکا تھا. جنگ میں شہید ہونے والوں میں ان کا بہترین اور خاص دوست بھی تھا.

"مار دیا!مار دیاان کتوں نے!مار دیامیرے بابا کوان ذلیل لوگوں نے!نہیں چھوڑا میرے بابا کو!اللہ نے نہیں بچایا "!
اس نے پوری قوت سے کہا تھا پھر ساتھ پڑے ایک پتھر کو اٹھا کے خوب زور سے دور پھینکا. وہ اپنے اندر بھرے خمار کو نکلنا چاہتا تھا.

"نہیں میرے بیٹا. ایسے نہیں کہتے. خدا ہے. وہ کچھ نہ کرتا تو"..

"تو کیا؟!تو کیا !نہیں ہے کوئی خدا!ہوتا تو بچالیتا نامیرے بابا کو!چھوٹی امی کو بچالیتا!میرے سامنے دونوں کو گولیاں مار دیں اسکو پلے کے فوجیوں نے ڈاکٹر برائن "!وہ پوری قوت سے چلّا رہا تھا. اس نے طیش کے عالم میں زور زور سے اپنا ہاتھ اس چھوٹے چھوٹے پتھروں، شیشے اور مختلف چیزوں سے بھری زمین پے مارنا شروع کر دیا. اور مارتا چلا گیا جب تک اس کے ہاتھ سے خون، فوارے کی مانند نکلنے لگا .

"میں نفرت کرتا ہوں اسکو پلے سے!اس کے ہر ہر فرد سے "!ڈاکٹر برائن نے آگے بڑھ کے اس کے ہاتھ کو تھما اور اس پے بوسہ دیا. ان سے اس کی ایسی حالت دیکھنا بہت مشکل ہو رہا تھا .

"بس میرا بیٹا. صبر کرو. خدا پے بھروسہ کرو "!انہوں نے اس کو گلے لگانا چاہا مگر وہ بپھر گیا.

"کوئی خدا نہیں ہے "!یہ ایک حافظ قرآن بچا کہہ رہا تھا. وہ بچا جو اتنا پکّا حافظ تھا کہ قرآن کو پیچھے سے، آگے سے، بیچ سے، اوپر سے، نیچے سے، کسی طرح بھی سنا سکتا تھا. جو انبیاء کے واقعات رٹتا تھا، نبیوں کی تاریخ کو چاٹ گیا تھا. وہ آج اللہ کے وجود سے انکاری تھا. جنگ نے ایسا اسلام دشمن وحشی پیدا کیا تھا. جنگ کبھی بھی بھلائی نہیں لاتی. ہمیشہ تباہی اور فساد ہی لائی ہے. اور ہمیشہ لائے گی.

****

وہ وہاں بلکل اکیلا، بلکل خاموش بیٹھا تھا جب ڈاکٹر برائن اندر آئے تھے . یہ ایک ریسکیو کیمپ تھا جہاں زخمی اور زندہ مردہ لوگوں کو لایا جا رہا تھا .

"محمّد "..انہوں نے اس کو پکارا تھا مگر اس کو تو جیسے آواز گئی ہی نہیں. اس کی جانب سے کوئی رد عمل نہ آیا.

"میں تم سے بات کر رہا ہوں بیٹا "..وہ محمّد کے پاس آ بیٹھے.

"کہیں ".وہ اب بھی کیمپ کے ایک کھلے، کھڑکی نما حصّے سے باہر جھانک رہا تھا.

"تم ایک بار رو لو محمّد ".وہ چاہتے تھے محمّد اپنے اندر بھرا غبار نکال دے مگر وہ تھا کہ رونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا. جذبات کی شدّت اتنی تھی، کہ یہ جذبات اس کے آنسو پی گئے تھے.

"کیا حاصل ہو گا اس سے؟ "اس نے سوال کیا. نظریں اب بھی باہر تھیں.

"صبر آ جائے گا ".

"وہ ویسے بھی آ گیا ہے. بس ایک دہشت ہے جو کم ہونے کا نام نہیں لے رہی. اور پتا ہے، ایک نئی چیز پیدا ہوئی ہے "..اب اس کا چہرہ ان کی جانب تھا.

"کیا چیز؟ "انہوں نے سوال کیا اور محمّد کے ماتھے پے نرمی سے ہاتھ میں پکڑی دوائی لگائی.

"وحشت ".اس نے جواب دیا اور ایک طرفہ مسکراہٹ دی. ڈاکٹر برائن کو کوئی کسی پاگل کی طرح مسکراہٹ دیتا ہوا محسوس ہوا تھا. وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کے رہ گئے.

"دیکھو بیٹا، میں جانتا ہوں تمہارا صدمہ بہت بڑا ہے لیکن تم اس کو"..

"اتنا بڑا ہے کہ پورا اسکو پلے تباہ کر سکتا ہے. ایک ہی وار میں ".اس کے جواب پے وہ ایک لمحے کو اپنی جگہ جم گئے.

"محمّد جنگ کبھی بھی بھلائی نہیں لائی ".ان کے جواب پے وہ خوب زور سے ہنسا. یہ محمّد نہیں تھا. کوئی اور ہی تھا جو اس قدر شیطانی ہنسی ہنس رہا تھا.

"مگر پھر بھی ہوتی ہیں. کیونکہ حکمرانوں کی بھوک ختم نہیں ہوتی. کیوں ہوا یہ سب، جانتے ہیں؟ "اس نے الٹا ان سے سوال کیا.

"نہیں ".

"کیونکہ اسکو پلے مزید زمین چاہتا تھا. مزید اقتدار، اقتدار کا نشہ ان حاکموں کو اندھا کر دیتا ہے. ان کی بھوک کبھی مٹتی ہی نہیں. بابا نے ایک دفع بتایا تھا کہ ان کے ہیڈ قوارٹرز میں عموما اسی بات پے بحث ہوتی تھی کہ حکمران بھوکے ہیں یا عوام زیادہ غریب ہے جو اتنا پیسا نہیں دے پا رہی کہ ان کی بھوک ختم نہیں ہوتی ". ظاہر تھا کہ جو بات کائنات نہیں جانتی تھی وہ محمّد کو معلوم تھی. یہی کہ اس کے والد سیکرٹ فورسز آف خالاف کا ایک بڑا اور اہم حصہ تھے.

"محمّد تم اتنی بڑی بڑی باتیں کیوں کر رہے ہو".

"کیونکہ بابا نے کہا تھا محمّد، تمہیں اب بڑا ہونا ہو گا. انہوں نے مجھے اپنے ہیڈ قوراٹر کا پاس کوڈ دیا تھا ". اس کے جواب پے ان کا منہ کھل گیا. وہ بلا کا ذہین تو تھا ہی ساتھ ہی تاثرات جانچنا اور دماغ پڑھنا بھی جانتا تھا .

"محمّد تمہیں "..وہ ان کی بات ہی پوری نہیں ہونے دیتا تھا.

"آپ کا نام کتنا کول ہے ". اس کے اس اچانک تبصرے کو وہ سمجھ نہ سکے.

"ارے مطلب، برائن. کیا بات ہے. دم دار نام ہے ". اس نے کہا.

"تمہارا بھی تو کتنا پیارا نام ہے. محمّد. تمہارے نبی "..پھر بات کاٹ دی گئی.

"نہیں. دم دار نام چاہیے. جس کو سن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں. جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ کے نام پے ہوتے تھے لوگوں کے ". وہ خوش ہوئے تھے کہ محمّد اب بھی ایک صحابی کی مثال دے رہا تھا.

"محمّد نام بھی بہت پیارا ہے. رونگٹے کیوں کھڑے کرنے ہیں تمہیں لوگوں کے ". ان کی بات پے وہ اک دم کھڑا ہوا اور بادشاہوں کی طرح باہیں پھیلائیں.

"مارکو، مارکو الیکس! محمّد احمد کی جگہ مارکو الیکس ". مارکو کا جنم ہو گیا تھا. یہ صرف ایک نیا نام نہیں تھا، ایک نیا نظام، ایک نیا حکمران، ایک نیا انسان، ایک نئی شخصیت پیدا ہوئی تھی.

"لیکن محمّد بیٹا یہ"..

"بس اب محمّد نہیں! مارکو "! اس نے جیسے اپنا فیصلہ سنایا تھا.

****

وہ اپنی کمرے کی کھڑکی کے سامنے جائے نماز بچھائے سکون سے قیام میں کھڑا ہونے کی تیاری کر رہا تھا. کھڑکی سے آتی سورج کی روشنی میں سجدے کی جگہ خوب روشن ہو رہی تھی. کمرے میں بلکل خاموشی تھی. بس ایک گھڑی کی ٹک ٹک تھی جو اس خاموشی میں گونج رہی تھی. کھڑکی سے آتی ہلکی ہلکی ہوا سے جائے نماز کا کونے آہستہ آہستہ اڑنے کی کوشش میں بار بار پلٹ رہا تھا.

"اللہ ہو اکبر "! کہہ کر اس نے نماز شروع کی اور خوبصورت ترین آواز میں با آواز بلند سورہ فاتحہ کی قرات کا آغاز کیا. ابھی وہ آمین کہتا، اس سے پہلے اس کی سماعت سے اس کی ماں کی آواز ٹکرائی .

"مہمت "! وہ اس بات سے انجان کے محمّد نماز میں لگا ہوا، اس کو اپنے کسی کام کے لیے بلا رہی تھیں. جیسے ہی ماں کی آواز کانوں سے ٹکرائی، اس نے اسی لمحے سلام پھیرا اور نماز ترک کر کے صدا لگائی.

"جی انا "! کہہ کے وہ باہر نکل گیا. نماز کی ٹوپی اب بھی سر پے تھی جس سے انداز ہو رہا تھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا.

"بیٹا تم نماز پڑھ رہے تھے؟ "ہانڈی میں چمچہ چلاتی اس کی ماں نے پلٹ کے دیکھا. وہ ہمیشہ اس سے اپنی مادری زبان، ترکش میں ہی مخاطب ہوتیں.

"جی انا ". اس نے اثبات میں سر ہلایا. محمّد کی پیدائش ترکی میں ہی ہوئی تھی مگر وہ کچھ عرصے بعد وہ لوگ واپس خالاف چلے آئے تھے. اشفاق صاحب اپنے کسی کام کی غرض سے استنبول آئے تھے. وہاں ان کی ملاقات روشنی تھے ہوئی. اور وہ اشفاق صاحب کو اپنی اہلیہ کے طور پر پسند آ گئیں. ترکش بیوٹی کی بہترین مثال تھیں محمّد کی ماں. محمّد کے ہلکے بھورے بال اور بھوری آنکھیں، اپنی ماں جیسی تھیں. دودھیا رنگ بھی اس نے اپنی ماں سے ہی لیا تھا.

"پڑھ لی؟ "انہوں نے اس کے جواب پے ایک اور سوال کیا.

"نہیں ابھی تو شروع کی تھی. آپ نے آواز دی تو سلام پھیر کے یہاں آ گیا ". اس نے نرمی سے جواب دیا. اس کی بات پے وہ ہانڈی کا ڈھکنا لگاتیں اس کی جانب آئیں.

"تم نے نماز توڑ دی؟ "حیرانی سے ان کی آنکھیں پھیل گئیں.

"توڑی نہیں، ترک کر دی ". اس نے جواب دیا تو وہ زیر لب مسکرائیں. روشنی مسکراتی تو اس کی آنکھیں بھی مسکراتی تھیں.

"لیکن کیوں بیٹا. تم جواب نہ دیتے تو میں سمجھ جاتی ". انہوں نے اس کے سر سے پھسلتی ٹوپی کو درست کیا.

"ہمارے نبی حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا تھا، اگر میری ماں زندہ ہوتیں اور مجھے صدا لگاتیں، تو میں نماز توڑ کے ان کی جانب بھاگتا " . اس کے جواب پے وہ کھل کے مسکرا دیں. محمّد پر ناز تھا ان کو. وہ ان کا فخر تھا. ان کی بہترین تربیت کا منہ بولتا ثبوت تھا محمّد، بڑا ہو کے مار کو بن جائے گا. بنا یہ سوچے کہ اس کی ماں نے اس کی ایسی تربیت نہیں کی تھی.

****

مار کو کی ضد پے ڈاکٹر برائن اس کو وہاں لے آئے جہاں کا پتا تو اسے ہمیشہ سے معلوم تھا مگر کبھی بھی گیا نہیں تھا. یہ ایس-ایف-کے کا ہیڈ قوارٹر تھا. سیکرٹ فورسز آف خالف. یہ جگہ اندر گراؤنڈ بیسمنٹ کی شکل میں تھی. شاید اسی

لیے اتنی تباہی کے بعد بھی سلامت تھی. عام طور پر ایسے خاص مقامات کو باقی دنیا سے چھپا کے اور محفوظ کر کے بنایا جاتا ہے .

"کون ہو تم بچے؟ یہاں کیسے آ گئے؟ "ایک وردی میں ملبوس گارڈ نے مار کو کو گن کی نال دیکھا کے ڈرانا چاہا مگر وہ اللہ کا بندہ اک قدم بھی پیچھے نہ ہوا . گارڈ اس کی ہمّت دیکھ کے کچھ حیران ہوا تھا. ڈاکٹر برائن اس کے کہنا پے پیچھے ہی تھے. یہ جگہ زیر زمین تھی تو وہاں جگہ جگہ اندھیرا تھا. ایک طویل کوریڈور تھا جہاں لائٹس نہیں تھیں. شاید جان کے نہیں لگائی گئی تھیں. مار کو جیسے اندھیرا میں سے نازل ہوا تھا.

"میں تمہیں اپنا نام بتانا ضروری نہیں سمجھتا. چیف سے ملواؤ ". اس ذرا سے بچے نے ایسے آرڈر دیا تھا جیسے وہ وہاں سب کا باپ ہو اور کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا ہو. اس کی بات پے پہلے تو اس گارڈ کے نقوش بگڑے پھر خوب زور سے ہنسا.

"بہت مہنگا پڑے گا تمہیں یوں ہنسنا ". اس کا انداز اب بھی ویسا ہی تھا. اب کے گارڈ نے گن مار کو کے سینے پے رکھی تھی.

"ہو کون تم! جب سے آئے ہو بڑبڑ کر رہے ہو "! گارڈ کی آنکھیں غصّے سے سرخ ہونے لگی تھیں.

"۰۲۶ "! مار کو نے اتنا سا جواب دیا اور گارڈ کا منہ کھل گیا. یہ یہاں کا پاس کوڈ تھا. یقیناً مار کو کچھ تو تھا.

"منہ بند کر لو، مکھی گھس جائے گی ". اس نے اطمینان سے کہا اور گن کی نال پکڑ کے پیچھے کی.

"ڈوک! آجاؤ "! اس کے حکم پے ڈاکٹر برائن تیز تیز چلتے اندھیرے سے باہر نکل آئے. وہ جانتے تھے کہ اگر وہ، مار کو کو یہاں نہ لاتے، تو وہ خود آجاتا. جنگ کو ہوئے اب ۲ ہفتے گزر چکے تھے. اتنی تباہی تھی کہ واپس سب کچھ اسٹیبل کرنے میں کافی عرصہ لگ جانا تھا . لوگ آج بھی ریسکیو کیمپس میں تھے. کچھ لوگ اسپتال اور کچھ آبادی جنگلوں کی جانب نکل گئی تھی. زنیرہ کو وہ لوگ کیمپ میں ہی ایک جاننے والی کے پاس چھوڑ آئے تھے.

"تت..تم ہو کون "!وہ بگڑ گیا تھا.

"چپ! بلکل آواز نہ آئے. مجھے چیف کے آفس میں لے چلو ".مارکو کی حکیمانہ روش دیکھ کے اس کو مزید آگ لگی تھی.

"شکل کیا دیکھ رہے ہو! چلو "!وہ بے یقینی کے عالم میں مارکو کو ساتھ لیے ایک آفس میں آیا. یہ ایک جدید طرز کا انڈر گراؤنڈ آفس تھا. وہ تینوں ایک دروازے کے پاس آ کے رکے جس پے چیف آف ایس-ایف-کے لکھا ہوا تھا.

"تم جاؤ واپس، میں خود مل لوں گا ".مارکو کے کانفیڈنس اس گارڈ کی خود اعتمادی کی دھجیاں اڑا رہا تھا. وہ مزید کچھ کہے ،لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے واپس اپنی جگہ پے آ گیا.

"مارکو تم کیا کرنے لگے ہو؟ "ڈاکٹر برائن نے اس کے کان میں سرگوشی کی. وہاں موجود لوگ مختلف کاموں میں لگے تھے مگر اس چھوٹے بچے کی اینٹری پے حیران ضرور ہوئے تھے.

"یہ کس کا بچا ہے؟ یہاں بچے الاؤڈ ہیں؟ "ایک اسٹاف کی لڑکی دوسری کے کانوں میں سرگوشی کر رہی تھی.

"آپ کا تو نہیں ہوں نا؟ آپ کو کیا مسئلہ ہے؟ "ظاہر تھا کہ مارکو نے ان کی باتیں سن لی تھیں. اس کے جواب پے وہ دونوں لڑکیاں بس آنکھیں پھاڑ کے اس کو دیکھتی رہ گئیں.

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مارکو یہ کیا طریقہ ہے "..ڈاکٹر برائن نے بمشکل اپنی ہنسی روکتے ہوئے مارکو کی کمر پے ایک ہاتھ مارا.

"مارکو کا یہی طریقہ ہے ".اس نے جواب دیا اور بغیر دستک دیئے چیف صاحب کے کمرے میں گھس گیا .

"جی میں بلکل آپ کی بات "..وہ کسی سے کال پے مخاطب تھے. مارکو کی اس اچانک داخلے پے وہ اک دم ٹھٹھک کے پلٹے .

"یہ کیا بدتمیزی ہے "!وہ سختی سے کہتے ہوئے اس کی جانب آئے.

"بدتمیزی میں کر رہا ہوں اور اوقات سے باہر آپ ہو رہے ہیں "!مارکو نے جیسے ان کی عزت پے پاؤں رکھا تھا. وہ تلملا کے رہ گئے.

"تمہاری اتنی ہمّت "!ابھی وہ مارکو پر ہاتھ اٹھانے ہی لگے تھے کہ ڈاکٹر برائن نے ان کا ہاتھ روکا.

"یہ اشفاق صاحب کا بیٹا ہے "!ان کی بات پے جیسے چیف صاحب اپنی جگہ جم گئے تھے.

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ. وہ اور ان کی پوری فیملی بمباری میں مر گئی تھی "!ان کی حالت جیسے کسی بچے کسی سی تھی جس سے اس کا کھلونا لینے کوئی آ گیا تھا.

"اول تو آپ لفظ صحیح استعمال کریں. شہید کہیں نہ کے مارنا. الفاظ کا چناؤ آتا نہیں اور خود کو چیف سمجھ رہے ہیں ". مارکو کے انداز سے واضح تھا کہ وہ اپنے باپ کے اثر ورسوخ سے خوب واقف تھا .

"میں کیسے مان لوں کہ یہ اشفاق کا بیٹا ہے "!انہوں نے اپنے ہاتھ سینے پے لپٹے تھے.

"ابے او، میرا رویہ نظر نہیں آرہا تمہیں اپنے ساتھ. کتے کو اس کی حیثیت یاد دلانا مجھے میرے باپ نے خوب سکھایا ہے !اور تمہاری ابھی اتنی اوقات نہیں ہوئی کہ پی-اے سے سیدھے چیف لگ جاؤ! یہ سمبھالیں گے میرے باپ کی جگہ "!مارکو ایک ایک لفظ چبا چبا کے ادا کیا اور اس نام نہاد چیف کی عزت کا کچرا کر دیا. وہ چند قدم چلتا ہوا آگے آیا اور ٹیبل پے رکھی ایک فائل اٹھائی جس میں سے اس چیف کی ایک فوٹو پھسل کے زمین سے جا لگی. مارکو نے اس تصویر کو اٹھایا اور خوب زور کا قہقہہ لگایا پھر اس کے دو ٹکڑے کر کے اپنے جوتے کے نیچے روند دیا. اس چیف کے ہاتھ میں اب بھی موبائل تھا جس پے کال اب بھی جاری تھی. مقابل اور کوئی نہیں صدر صاحب تھے . وہ اب تک کا پورا مکالمہ سن چکے تھے.

"سپیکر پے ڈالو "!مارکو نے ایک اور حکم جاری کیا. اس چیف نے کانپتے ہاتھوں سے کال اسپیکر پے ڈالی.

"صدر صاحب "!مارکو واپس چیف کے پاس آیا اور اس کے ہاتھ سے تھوڑا اچک کے موبائل جھپٹا.

"صاحبزادے اشفاق "! ان کی آواز میں الگ ساجوش تھا. اشفاق صاحب کا اسرار ورسوخ فوج تک تھا. اور یہاں بھی صدر کی نہیں وزیر اعظم کی چلتی تھی جس نے فوج کے ساتھ سیٹنگ بیٹھی ہوئے تھی. اب صدر صاحب چاہ کر بھی یہ زیادتی نہیں ہونے دے سکتے تھے. اشفاق صاحب کے وفادار چیف آف آرمی اور وزیر اعظم صاحب کو اگر اس انچ پنچ کی خبر ملتی تو مزید مسائل پیدا ہوتے، صدر صاحب نے فوراہی پلٹا کھایا تھا .

"جی بلکل! امید ہے مجھے یہ جگہ کسی قبل انسان کے ہاتھ میں ملے گی "!اس کا کہنا تھا کہ صدر صاحب نے گلہ کھنکار کے کہا.

"جی جی بلکل "!ان کے جواب پے مار کو اسی مخصوص انداز میں مسکرایا .

"آئی اپریشیٹ دیٹ "!اس کا انداز کسی شیر کے بچے جیسا تھا.

"بیٹا تمہاری تعارف ". انہوں نے پوچھا تو مار کو نے موبائل ٹیبل پے اچھالا پھر کمرے کی کھڑکی پے لگے پردے کو درست کیا.

"آپ، آپ کہیں، بہتر رہے گا. اور یہ بیٹا ویٹا نہیں. مار کو ایلیکس نام ہے میرا ". اس نے جس انداز میں کہا تھا کوئی بھی خود کو ذلیل محسوس کر سکتا تھا .

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی ". کوئی یقین کرے گا کہ ایک ۱۵ سالہ بچا صدر صاحب کو ٹھوکر مار رہا تھا. بغیر کوئی جواب دیئے اس نے ہاتھ بڑھا کے کال کاٹ دی.

"انٹرویو کی کال دیں. لوگوں کی آزمائش میں کروں گا "!وہ ذرا سا بچا اب یہاں، چیف کی کرسی پے براجمان ،انٹرویو لینے کا حکم دے رہا تھا.

"اور آپ، گیٹ آؤٹ "!اس کے حکم پے وہ نام نہاد چیف نظریں جھکائے باہر نکل گیا.

"زندان میں دھکیل دیں اس کو ".اس نے ساتھ خاموش کھڑے ایک آدمی کو حکم دیا تو وہ تیزی سے سر کو خم دے کے باہر نکل آیا.

"مار کو ماننا پڑے گا ".ڈاکٹر برائن کمر پے ہاتھ باندھے اس کی جانب آئے.

"آداب ".اس نے بڑے ناز سے کہا، جس پے وہ خوب زور سے ہنس پڑے. اس چھوٹے بچے نے پورے اسٹاف سمیت پورے آفس کو ہلا کے رکھ دیا تھا اور اب پورے ملک کو ہلا دینے کا ارادہ رکھتا تھا.

****

اپریل، ۲۰۰۴

"زنیرہ! تم کب آئیں؟ "وہ اپنی لائبریری میں تھا جب زنیرہ دروازے کی اوٹ سے نکل آئی اور خوب زور سے "سرپرائز "کہتی اس کی جانب آئی.

"بس ابھی ابھی ".اس نے جواب دیا اور مار کو کے سینے سے آلگی.

"کیسی رہی میٹنگ؟ کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟' اس نے بھویں اچکا کے پوچھا.

"تمہارے ہوتے ہوئے کوئی مسئلہ ہو ہی نہیں سکتا ".اس نے ناز سے کہا اور سامنے رکھے صوفے پے براجمان ہو گئی. اس کی بات پے مار کو فاتحانہ انداز میں مسکرایا..

"تمہارا بھائی ہمیشہ تمہارے پیچھے کھڑا ہے " .اس نے کہا اور اس کے ساتھ آ بیٹھا. دونوں کا فیشن سینس کمال کا تھا. بہترین پرفیوم سے لدے وہ دونوں ایک جیسے ہی تھے. ذہین، حسین اور بلا کے شاطر.

"پاگل ہو تم بھی. میں تمہاری بہن تھوڑی ہوں ".اس نے ہنستے ہوئے کہا مگر مار کو کی ہنسی ہوا ہو گئی.

"تم میری بہن نہیں ہو تو کیا ہو؟ "اس نے سوال کیا.

"آ..اب..میں..میں تمہاری پارٹنر ہوں، مطلب ورک پارٹنر، کرائم پارٹنر ".اس کے سوال پے وہ گڑبڑا گئی. جانتی تھی اگر اپنے دل کی بات اس کے سامنے رکھے گی تو وہ اس سے نفرت کرنے لگے گا. محبت کے جواب میں محبت تو بہت دور کی بات تھی.

"ہاں! یہ ہوئی نا بات "!اس نے زنیرہ کے ہاتھ پے اپنا ہاتھ مارا اور ایک زوردار تالی بجی.

"ویسے میں نہیں ہوتی تو تمہارا کیا ہوتا نامار کو؟ "اس نے بڑے فخر سے کہا تھا پھر اپنی بات کی حامی چاہی.

"بلکل، آپ نہ ہوتیں مادام تو میرا کیا ہوتا ".اس نے بھی اس کا مان برقرار رکھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا .

پھر اس کے سامنے گھٹنے کے بل بیٹھا اور اپنا ہاتھ آگے کیا. اک لمحے کو زنیرہ کے کان بند ہو گئے. کیا مار کو بھی ویسے ہی محسوس کرتا تھا. کیا مار کو اسے پروپوسز کرنے لگا تھا. جذبات نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو اک لمحے کو ماؤف کیا تھا.

"کیا ہوا ہاتھ دونا ".مار کو نے اس کا ہاتھ مانگا تو زنیرہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا جس کو مار کو نے تھاما اور نرمی سے اس پے بوسہ دیا .

"تم مجھے بہت عزیز ہو زونی! کبھی کوئی ایسی بات مت کرنا جس سے ہمارے درمیان دوریاں آئیں ".اس کے جملے پے زنیرہ کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی .وہ سمجھ گئی تھی کہ مار کو اس کے جذبات کو سمجھتا ہے مگر ویسے محسوس نہیں کرتا جیسا وہ کرتی ہے. مار کو نے اس کو وارن کیا . کچھ بھی غلط سوچنے سے. کچھ بھی غلط محسوس کرنے سے.

****

۸ دسمبر، ۲۰۰۵

اس بے حد اعلی شان آفس میں تمام افراد اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے جب مار کو وہاں داخل ہوا. کام کرتے ہر انسان پر سکوت طاری ہو گیا تھا. یہ ۲۲ سالہ نوجوان، ہر انسان پر اس طرح اپنی دہشت طاری کرواتا کہ سب اپنی

جگہ تھم جاتے، کسی کی اس کے آگے بولنے کی تو کیا چوں تک کرنے کی ہمّت نہ ہوتی تھی. وہ براؤن کوٹ پینٹ میں ہلکی کریم کلر کی شرٹ پہنے، بھورے رنگ کے ہی جوتے پہنے، دائیں ہاتھ میں بھاری سی گھڑی پہنے اندر آیا تھا . چیف صاحب کے کمرے میں داخل ہو کے اس نے اپنا کوٹ احتیاط سے اتار کے کوٹ ہینگر میں ٹانگا پھر آستینیں کہنیوں تک لپیٹ لیں.

"مارکو، کیسے مزاج ہیں؟ "چیف صاحب نے اٹھ کے اس سے مصافحہ کیا.

"پرفیکٹ!بس ایک چھوٹا سا کام تھا آپ سے ".وہ اپنے مقصد پے آنے لگا تھا.

"جی جی فرمائیں ".وہ اپنی کرسی پے براجمان ہوتے ہی آگے کو ہوئے اور ہاتھ ٹیبل پے ٹیکے.

"یہ کریں کہ، ۲دنوں میں اسماعیل احمد کو یہاں بلوائیں ".اس نے حکم ہی دیا تھا.

"لیکن مارکو وہ کس لیے؟اور وہ اسکوپلے کی فوج کا آدمی ہے. اس کو یہاں کیسے..میرا مطلب قانونی طور پر "..ابھی وہ کچھ کہتے، مارکو نے عادتاً ان کی بات کاٹ دی.

"دیکھیں آپ مجھے مت پڑھائیں. مجھے قانون آپ سے زیادہ بہتر پتا ہے. اسکوپلے کی فوج اس کو یہاں خود بھیجے گی. آپ میری گوٹ پے شک بھی مت کریے گا. مارکو ہر کھیل کا بہترین کھلاڑی ہے. میری کوئی بھی چال کبھی ناکام نہیں ہوتی ".اس نے جیسے لفظوں سے ان کو چماٹ رسید کیا تھا.

"جی. بہت بہتر. میں ابھی دارون صاحب (چیف آف آرمی اسٹاف، خالاف) کو کال کر کے "..ایک بار پھر ان کا جملہ ادھورا رہ گیا تھا.

"لائٹر ہے آپ کے پاس؟ "اتنی اہم بات کے بیچ مارکو نے ایسی غیر اہم ڈیمانڈ کی تھی. وہ ہکا بکا رہ گئے تھے.

"ارے آپ چپ کیوں ہو گئے. بولتے رہیں. مجھے لائٹر پاس کریں ". اس نے ساتھ پڑے لائٹر کی جانب اشارہ کیا اور کرسی سے پشت ٹکا دی. چیف صاحب نے اس کو لائٹر اٹھا کے دیا پھر گویا ہوئے. ممکن ہی نہیں تھا وہ کسی کو اپنے سے بہتر سمجھے اور عزت دے.

"جی تو میں ان کو کال لگا کے ابھی آپ کی بات کروا "..مارکو نے اپنی پینٹ کی جیب سے ایک سگار نکالا اور لبوں میں دبایا پھر لائٹر سے اس کو جلایا اور دھواں چیف صاحب کے منہ پے چھوڑا.

"آپ کی ضرورت نہیں ہے مجھے. وہ آپ ہیں جس کو میری ضرورت ہے. میں پہلے ہی ان سے بات کر چکا ہوں. آپ کا کام بس اتنا ہے کہ اس کو یہاں اسٹے کروائیں. پھر میں یہاں سے اس کو اپنی کوٹھی پے لے جاؤں گا " .وہی حاکمانہ روش.

"جی ٹھیک ہے ".

"گڈ "!ایک بار پھر دھواں چھوڑا گیا اور وہ اٹھ کے اپنا کوٹ ہاتھ میں تھامے باہر نکل گیا.

لڑکیاں تو لڑکیاں، مرد بھی اس کی وجاہت، اس کے کانفیڈنس، اس کے بھرم کی داد دیتے تھے. مگر وہ تھا کہ کسی کو گھاس ہی نہیں ڈالتا تھا.

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

۱۰ دسمبر، ۲۰۰۵

ٹھیک دو دن بعد اسماعیل احمد کو خالاف لایا گیا. ان کو ان کی فوج کا نمائندہ بنا کے بھیجا گیا تھا صرف ایک معاہدہ طے کرنے. مگر ان کے ملک کی آرمی جانتی تھی کہ مارکو ان کے ساتھ کیا کرنے والا تھا. یہ کوئی معاہدہ نہیں تھا.

چند گھنٹے اسماعیل صاحب کو ایس-ایف-کے ہیڈ کواٹرز میں ٹھیرایا گیا اور خاصی اچھی خاطر مدارت کی. پھر مارکو کی بھیجی گاڑی میں بیٹھا کے ان کو بڑی عزت سے اس کی کوٹھی لیا گیا.

"اسماعیل صاحب "!وہ دور سے چلتا ہوا ان کی جانب اور بہت گرم جوشی سے ان سے ملا. ان کو گلے لگایا اور حال احوال جاننا چاہا.

"مارکو؟ "انہوں نے جیسے کنفرم کرنا چاہا.

"جی بلکل. آئے ". وہ ان کو لے کے کوریڈور سے ہوتا ہوا لاؤنج تک آیا .

"میٹنگ یہیں ارینجڈ ہے؟ "ان کے سوال پے وہ مسکرایا اور اثبات میں سر ہلایا. وہ روانی سے جھوٹ بولتا تھا .

"ممبران کہاں ہیں؟ "ان کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی.

"آپ کو ہر چیز کی اتنی فکر کیوں ہے جناب؟ اپنی فکر کریں. بس ". اس کی بات پے ان کے ماتھے پے شکنیں نمایاں ہونے لگیں.

"میں.. سمجھا نہیں ".

"سمجھ جائیں گے ". اس نے ان کے کندھوں پے ہاتھ رکھ کے ان کو صوفے پے بیٹھا دیا.

"ڈریک! ان کی خاطر کرو، میں ان کا روم سیٹ کروا دو ". وہ آرڈر دے کے وہاں سے نکل گیا اور ڈریک سر کو خم دے کے ایک نوکر کو چائے ناشتے کا کہنے چلا گیا.

چند منٹ بعد وہ نیچے آیا اور اسماعیل صاحب کو اپنے ہمراہ ایک کمرے میں لے آیا. یہ ٹارچر سیل تھا. یہی وہ کمرے تھا جس کو وہ تیار کروانے گیا تھا.

"بیٹھیں ". اس نے الیکٹرک ٹورچر چیئر کی جانب اشارہ کیا تو وہ سمجھ نہ سکے. ابھی وہ کچھ پوچھتے مارکو نے ان کے پیر پے اپنا پیر جوتے سمیت مارا جس سے وہ لڑکھڑا کے زمین پے گرے.

"عزت سے کہا تھا نا. مگر اسکو پلے والوں کو عزت راس ہی کہاں ہے ". اس کا لہجہ اک دم بدلہ تھا .

"یہ کیا بد تمیزی ہے "!وہ اٹھنے لگے تو اب کے مارکو نے اپنا پیر ان کے منہ پے مارا. وہ اک دم پیچھے کو گئے.

"لاکٹ کہاں ہے؟ "اس نے پوچھا تو وہ سارا ماجرہ سمجھ گئے.

"مجھے نہیں پتا ". انہوں نے صاف انکار کیا.

"پٹ کے بتاؤ گے یا بتا کے پٹو گے؟ "وہ اپنی باپ کی عمر کے آدمی سے اس لہجے میں مخاطب تھا. مارکو نے ان کو گریبان سے پکڑ کے اٹھایا اور ایک زناٹے دار تھپڑ ان کے گال پے رسید کیا جس سے انکا ہونٹ پھٹ گیا.

"تم انسان نہیں حیوان ہو "!انہوں نے مارکو کے منہ پے تھوکا.

"میری حیوانیت ابھی دیکھی کہاں ہے تم نے "!اس نے جبراً اسماعیل صاحب کو اس چیئر پے بٹھایا. ان کے بیٹھتے ہی وہ لاک ہو گئی . مارکو نے اپنی منہ پے لگا انکا لعاب صاف کیا اور ایک بٹن دبا کے اس چیئر کو ایکٹیویٹ کر دیا . پھر ایک ہیلمٹ نما تاروں سے ڈھکی چیز نے ان کے سر کو اپنے قبضے میں لیا. یہ مشین آرام سے ۲۰۰۰ ولٹ کا جھٹکا دے سکتی تھی. وہ مرتے تو نہیں مگر موت کو چھو کے واپس آتے. اور ایسا ہی ہوا. ان کا پورا وجود بجلی کی وجہ سے شدّت سے کانپ رہا تھا. وہ تڑپ رہے تھے، چلّا رہے تھے مگر مارکو کو ذرا رحم نہ آیا.

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب بولو، کہاں ہے لاکٹ "!اس نے پھر پوچھا.

"نہ..نہ..نن.. نہیں..پتا ". وہ بھی بتانے کو رازی نہ تھے. آخر کو اپنے ملک کا راز وہ ایسے کیسے کھول دیتے. وہ بے چارے تو وفادار تھے مگر ان کے ملک کی نہ فوج، اور نہ ہی حکمران وفادار تھے. ان کو جان بوجھ کر یہاں بھیجا گیا تھا.

"ٹھیک ہے نہ بتاؤ. میرا کیا جائے گا. اپنی جان سی تم خود ہاتھ دھو بیٹھو گے ". اس نے دوبارہ وہ مشین چالو کر دی. ایک بار پھر وہ آدمی تڑپنے لگا. روز ایسا ہی ہوتا. روز وہ ان کو الگ الگ انداز میں ٹارچر کرتا مگر وہ کبھی نہ بولے. وفاداری نبھائی. غداری نہ کی اور جام شہادت نوش کر لیا.

****

"میں نے آپ سے جو کہا ہے آپ وہ کریں، مجھے مشورے مت دیں "!وہ میٹنگ روم میں تھا . اپنے سامنے بیٹھے سوٹڈ بوٹڈ شخص کو اس نے اپنی شہادت کی انگلی اٹھا کے سختی سے کہا.

"لیکن مارکو سر ہم ایسا کریں گے تو وہاں حالات "..ابھی وہ جملہ مکمل کرتا کہ مارکو اپنی نشست سے اٹھا اور ان کے بلکل منہ پے آ کھڑا ہوا.

"میں ان لوگوں کو اتنی اذیت دوں گا جتنی انہوں نے اپنے خواب میں بھی نہیں سوچی ہو گی !بند کریں پانی ان کا، ابھی اور اسی وقت "! وہ جیسے دھاڑا تھا اور اگلے ہی لمحے اس آدمی نے کال ملا کے اسکو پلے کی طرف جانے والے پانی کے تمام راستے بند کروانے کا حکم دے دیا. ظاہر تھا کہ وہ ایک حکومتی افسر تھا. مارکو کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کسی کے عہدے سے، بس اس کا کام ہونا چاہیے. ہر عہدہ اور اس عہدے پے فائز بندہ اس کی جوتے کی نوک پے ہوتا تھا. وہ یہ سب کرنے کا بہت پہلے سے پلان کر چکا تھا مگر اب جب کرنے کا وقت آیا تھا اور وہ اپنے پلان پر عمل کر بھی رہا تھا تو کیوں اسے کوئی چیز بہت چبھ رہی تھی. کیوں وہ اتنا ظالم اور سفّاک نہیں رہا تھا. سارا نے اس کو ایسے کیسے بدل دیا تھا.

****

"آرش میری سارا سے بات کروادو کسی طرح پلیز..بیٹا میں "..وہ کھانسی کے درمیان ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں آرش سے منّت کر رہی تھی کہ وہ ان کی سارا سے بات کروادے.

"میری ماں، میری پیاری اماں بی، میرے ہاتھ میں کچھ بھی ہوتا تو کیا میں نہ کرتا. میں خود اس سے بات کرنا چاہتا ہوں..مجھے تو اور بھی بہت سی باتوں کا ڈر لگا ہوا ہے "..وہ اٹھ کے ان کے پاس آیا اور ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر ان پے بوسہ دیا.

"کس بات..کا ڈر آرش..؟ "وہ بہت ہلکی آواز میں بات کر پا رہی تھیں.

"مجھے ڈر ہے امی، کہیں پھر تاریخ نہ دوہرائی جائے "..وہ کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا.

"کیا.. مطلب ہے تمہارا..؟ "

"جنگ اماں بی، جنگ ".اس نے مختصر سا جواب دیا.

۲۰ سال پہلے بھی جب جنگ ہوئی تھی تو پہلے اسکو پلے کا پانی روکا گیا تھا. انسان کی بے سک ضرورت کی چیزیں ان سے چھینی جانے لگی تھیں. مگر معصوم عوام سمجھ نہ سکی تھی. آرش کا اشارہ اسی طرف تھا .اس کی ماں سمجھ گئیں مگر کہنے کو کچھ نہیں تھا ان کے پاس.

****

رات کی تاریکی ہر سو پھیل چکی تھی. وہ اپنے بیڈ پے آرام سکون سے سو رہی تھی. اس کی کھلی زلفیں کچھ تکیے پے بکھری تھیں تو کچھ اس کے چہرے پے آ رہی تھیں. الغرض یہ کہ کھڑکی سے آتی شاندار ہوا اس کی زلفوں کو ادھر سے ادھر اڑا رہی تھیں. وہ کھڑکی کی جانب کروٹ لیے سو رہی تھی جس پر چاند کی روشنی پڑتی اس کے چہرے کو مزید حسین کر رہی تھی. کچھ بھی ہو، خالاف کا موسم ہمیشہ ہی حسین رہتا. آدھی رات ہو گئی تھی. ہر سو خاموشی کا راج تھا. اور وہ اب واپس آیا تھا. سارا سے بے خبر تو نہ تھا مگر اس سے آج پورا دن ملاقات نہ ہوئی تھی. اس امید میں کہ شاید وہ جاگ رہی ہو. شاید تہجد کے لیے اٹھی ہوئی ہو، وہ اس کے کمرے تک آیا. آہستگی سے دستک دی مگر کوئی جواب موصول نہ ہوا. پھر بے حد احتیاط سے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر چلا آیا. وہ تھکا ہوا لگ رہا تھا. مگر جیسے ہی اپنی بیوی کو ڈھونڈتی اس کی نظروں نے سارا کو دیکھا، مار کو کا چہرہ جگمگا اٹھا .وہ زیر لب مسکرایا اور اس کی جانب آیا. وہ کسی بھی طرح اس کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا. بیڈ کے ساتھ رکھی سائیڈ ٹیبل پے موجود لیمپ اب بھی جل رہا تھا. ساتھ ایک کتاب بھی رکھی تھی. وہ کچھ اور نہیں ایک دینی کتاب تھی .

"اللہ ہدایت دینے کے واسطے وسیلہ بھیجتا ہے. اور ہدایت ان کو ملتی ہے جو ہدایت چاہتے ہیں مہت ". یہ اس کی ماں کی آواز تھی جو اس کی سمت سے یادوں کے کسی پنے سے نکل کے ٹکرائی تھی .

"سارا تم.. تم کیا ہو؟ وسیلہ، دشمن، دوست، بیوی، یا میری.. میری محبت؟ "اس نے بہت احتیاط سے سارا کے چہرے پے آتے بالوں کو پیچھے کیا. وہ ہلکا سا کسمسائی تو مارکو نے ہاتھ پیچھے کر لیا .

"تم مارکو ایلیکس کے پتھر ہوئے دل کو واپس نرم کیسے کر رہی ہو سارا؟ "وہ اب بھی اس کو تک رہا تھا. آنکھوں میں ڈھیر سوال اور دل میں ڈھیر جذبات لیے وہ مسلسل سارا کو دیکھ رہا تھا. وہ جذبات جن کا گلہ اس نے تب گھوٹ دیا تھا جب اس کو احساس ہوا تھا کہ اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں بچا ہے. اب وہ جذبات، احساسات اور الفاظ بن کے باہر آنے لگے تھے.

"مجھے تم جیسی عام کی لڑکی سے کیسے محبت "..وہ کچھ سوچتا کہ کسی نے جیسے اس کو روکا تھا.

"نہیں، سارا عام لڑکی نہیں ہے. وہ اللہ کا وسیلہ ہے، تمہاری ہدایت کا ذریعہ ہے. اور ہدایت کے ذریعہ نہ عام لوگوں کو ملتے ہیں اور نہ عام ہوتے ہیں ". کون تھا جو بار بار اس کے کان میں سرگوشی کرتا تھا. مارکو نے ذرا جھک کے زمین پے جھولتے سارا کے دوپٹے کو اٹھایا اور بیڈ پے رکھ دیا . سارا کی پلکیں بہت پیاری تھیں. گھنی اور لمبی. وہ ان کو ساری رت تک سکتا تھا . ہاتھ بڑھا کے اس نے اس کی بند آنکھوں کو چونا چاہا مگر وہیں رک گیا.

"نفرت کرتی ہوں میں تم سے مارکو "!وہ کیسے بھول سکتا تھا کہ اس نے سارا پر کتنا ظلم کیا ہے. بے دردی سے اس کے باپ کا قتل کیا. اس کو اس کے گھر والوں سے الگ کیا. اس کے جذبات کا جنازہ نکالا اور اب محبت کا نازک پھول لیے اس کے در پے آ کھڑا ہوا تھا. وہ چاہتی تو اس کے اس پھول کو پیروں تلے روند دیتی مگر وہ ایسا کیوں نہیں کر رہی تھی .

"چل بکواس مت کر. الگ سے پتا چلتا ہے کہ وہ بھی تجھ سے محبت کرتی ہے ". اس کو طالب کی بات یاد آئی تھی.

"سارا اگر تم میرے لیے کچھ بھی محسوس کرتی ہو تو بتاؤ مجھے. میں سننے کے لیے تڑپ رہا ہوں. مجھے بتاؤ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے ". کہہ کے وہ واپس سیدھا ہوا اور ہاتھ بڑھا کے لیمپ بند کر دیا. اب جانے کی غرض سے پلٹا مگر ایک بار پھر بھیانک چکّر کے باعث زمین سے جا لگا. آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا. وہ بہ مشکل ساتھ رکھے صوفے کا سہارا لیتا اٹھا اور پھر اسی صوفے پے جا گرا. آنکھیں بند اور دماغ ماؤف ہو گیا تھا.

****

دن چڑھ چکا تھا اور سورج آج بھی صحیح سے نہ نکل سکتا تھا. بادلوں کے بیچ چھپے سورج سے آتی روشنی اس کے چہرے پے پڑی تو وہ اپنی نیند سے بیدار ہوئی. آنکھیں کھل کے اس نے ادھر ادھر دیکھا. شاید یہ گھڑی کی تلاش تھی جو وقت دیکھنا چاہتی تھی . بلا آخر نظریں سائیڈ میں لگی ایک وال کلاک پر پڑیں جو صبح کے ۱۱ بجا رہی تھی.

"میں اتنی دیر کیسے سو گئی "..وہ یکا یک اٹھنے لگی تو صوفے پے نظر پڑی جہاں مارکو بے سد سو رہا تھا. اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں .

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ "وہ حیران تھی. اسے برا نہیں لگا تھا. چھوٹے چھوٹے قدم لیتی وہ ڈرتے ڈرتے اس کے پاس آئی . پہلے بغور اس کو دیکھا پھر اس کے شانے پے ہلکا سا ہاتھ رکھ کے اس کو ہلانا چاہا تا کہ وہ نیند سے بیدار ہو.

"مارکو..اٹھو..۱۱ بج رہے ہیں "..اس نے ہلکی سی آواز میں کہا. ظاہر ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا .

"یار، کیا کروں میں؟ "نہ جانے کیوں وہ اس کو اٹھا دینا چاہتی تھی شاید پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ اس کے کمرے میں کیوں آیا تھا. اس نے ایک بار پھر ڈرتے ڈرتے اس کو بیدار کرنا چاہا مگر وہ نہ اٹھا. اب کے سارا نے اس کے دیوار سے ٹکے سر کو دیکھا. پیشانی پے شکنیں تھیں. شاید وہ درد میں تھا مگر کہہ نہیں پا رہا تھا کیونکہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا.

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مارکو "..اس بار ذرا اونچا کہا گیا تھا. سارا نے اس کی پیشانی پے نرمی سے اپنا ہاتھ رکھا . اس کے ہاتھ رکھتے ہی وہ شکنیں مٹ گئیں.

"اتنا ڈرتی ہو مجھ سے "..اس کی آواز میں وہی جلال تھا. وہ آج بھی کانپی تھی. ڈر کے مارے اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کرنے کی کوشش کی مگر مارکو نے اس کو تھام لیا .

"تت..تم ٹھیک تو ہو؟ "سارا نے اپنی لڑکھڑاتی آواز پے قابو پاتے ہوئے پوچھا.

"اب ٹھیک ہوں "..وہ اس کی بات کا مطلب سمجھ گئی تھی.

"آپ دھوکے باز اور گھٹیا ہونے کے ساتھ ساتھ پنچ اور فلرٹ بھی ہیں ". اسے اپنا جملہ یاد آیا تھا. وہ بے ساختہ مسکرا دی. مار کو نے اس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا.

"کیا ہوا؟ "اس نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا کے ہاتھ چھڑانے لگی مگر مار کو کی گرفت مضبوط تھی. نرم مگر مضبوط. اس نے ہلکا سا سارا کا ہاتھ کھینچا تو وہ اک دم آگے کو ہوئی. مار کو نے اس کی آنکھوں میں جھانکنا چاہا تھا.

"اب تم کہو گی کہ میں پنچ اور فلرٹ ہوں ". سارا کو اس بات کی امید نہیں تھی. وہ واقعی آنکھیں پڑھ لیتا تھا. سارا شرمندہ سی نظریں جھکا گئی.

"کوئی بات نہیں. اس وقت تو فلرٹ ہی تھا، اب نہیں ہے. اب تو میں شوہر ہوں تمہارا. ہیں نا؟ "اس نے جیسے اپنی بات کی تصدیق چاہی .

"ہوں ". سارا نے ہلکی سی آواز میں جواب دیا تو وہ کھل کے مسکرا دیا. اس کی مسکراہٹ اتنی حسین تھی کہ سارا کو ڈر لگتا تھا کہیں وہ اپنے ہی شوہر کو نظر نہ لگا دے .

"اچھا. یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیوں آئے تھے؟ "سارا نے بات بدلتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑایا.

"کیوں؟ کیا اپنی بیگم کو دیکھنے نہیں آ سکتا میں؟ "اس کی باتیں ایسی ہوتیں کہ سارا لاجواب ہو جاتی.

"آسکتے ہو.. لیکن ". وہ آگے کچھ کہہ ہی نہ سکی. اسے کچھ برا ہی نہیں لگا تھا تو لیکن کے آگے کیا کہتی.

"لیکن؟ "مار کو اٹھ کھڑا ہوا اور سارا کو نرمی سے بازوؤں سے تھاما.

"لیکن.. کچھ نہیں ". اس نے اپنے چہرے پے آتے بالوں کو پیچھے کیا.

"صاف صاف کہو تمہیں میرا آنا برا ہی نہیں لگا تھا ". وہ پھر اس کی آنکھیں پڑھ گیا تھا.

"نہ.. نہیں مطلب برا کیوں لگے گا. لیکن ".. وہ ایک بار پھر لیکن پے جا اٹکی تھی.

"لیکن کیا؟ "وہ سارا کے لیکن کو لے کے واقعی متجسس تھا.

"لیکن پتا نہیں مجھے..بس چھوڑ دو. تم مجھے بہت کنفیوز کرتے ہو "..وہ اس کی گرفت سے نکل کے کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی.

"میں کنفیوز کرتا ہوں یا تم خود ہو جاتی ہو؟ "ایک اور کنفیوز کر دینا والا سوال.

"پتا نہیں. دیکھو پھر سے فضول سوالات کر رہے ہو "..وہ پلٹی اور کچھ دور کھڑے اپنے شوہر کو دیکھا.

"یہ شکوہ ہے؟ "اس نے پوچھا اور آہستہ آہستہ اس کی جانب آیا.

"ہاں یہی سمجھ لو ".وہ اب خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی.

"مت کرو ".

"کیا؟"

"شکوہ مت کرو ".اس کے جواب پے سارا نے اپنے سینے پے ہاتھ بندھتے ہوئے پوچھا.

"کیوں نہ کروں؟ اپنے شوہر سے نہ کروں تو کس سے کروں شکوہ؟ " اسے بولتے بولتے احساس تک نہ ہوا تھا کہ وہ مارکو کو شوہر کہہ گئی تھی. سارا نے مارکو کی آنکھوں میں اترتے مان اور فخر کو بغور دیکھا تھا.

"شوہر؟ ہاں؟ "اس نے پوچھا اور اسی مخصوص انداز میں مسکرایا.

"ہاں..تو اس میں..کوئی نئی بات تو نہیں ہے " ..وہ اس کے برابر سے نکل کے واش روم کی جانب آئی اور فٹافٹ اندر گھس گئی.

"مطلب تم نے مجھے قبول کیا؟ "اس نے صدا لگائی.

"فضول باتیں مت کرو "!سارا کے جواب پے وہ خوب زور سے ہنسا اور باہر نکل آیا. جب محسوس کیا کہ وہ جا چکا ہے تو سارا باہر آئی اور اپنے دوپٹے کو ڈھونڈنا چاہا.

"یہ ڈھونڈ رہی ہو؟ "وہ باہر آئی ہی تھی کہ مار کو اس کا دوپٹے ہاتھ میں لیے پہلے ہی کھڑا تھا. سارا کی سٹی گم ہو گئی تھی. اس نے اک جھٹکے میں مار کو کے ہاتھ سے اپنے دوپٹے لیا اور واپس اندر گھس گئی. وہ اس کی ایسی بچوں جیسی حرکتیں دیکھ دیکھ کے ہنستا، جس سے اس کا سیروں خون بڑھ جاتا تھا.

****

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

باب: کشمکش

خاصی رات گزر چکی تھی جب وہ نشے کی حالت میں گھر میں داخل ہوئی. مار کو وہیں اسٹڈی میں بیٹھا کسی کام میں مصروف تھا . زنیرہ کے کمرے کا راستے اسٹڈی سے ہوتا ہوا جاتا تھا سو مار کو کی نظر اس جھومتی ہوئی لڑکی پے پڑی جو بہ مشکل چل پا رہی تھی.

"زنیرہ! یہ کون سا وقت ہے گھر آنے کا؟ اور تم سارا سارا دن کہاں ہوتی ہو؟ "اس نے اپنے سامنے سے گزر کے جاتی ہوئی زنیرہ کو مخاطب کیا.

"میں.. کبھی بھی آؤں. کہیں بھی جاؤں، تمہیں کیا فرق پڑتا ہے. میری زندگی ہے میں جو چاہے کروں "!وہ اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی تھی. مار کو نے ایک کڑی نگاہ اس پے ڈالی.

"زنیرہ تم میری بہن ہو مجھے تمہاری فکر "..ابھی وہ مزید کچھ کہتا زنیرہ نے اس کا گریبان اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیا.

"میں تمہاری بہن نہیں ہوں " !اس نے خود کو سمبھالتے ہوئے کہا مگر نشے کی وجہ سے اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے.

"زونی تمہیں کیا ہو گیا ہے یار ".اس کے آواز میں بے بسی تھی.مارکو کے زنیرہ کو سہارا دیا جو اس کے بازو پے جھول رہی تھی.

"ہوش کرو زونی "!اس نے آج بہت دن بعد زنیرہ کو دیکھا تھا.وہ سارا دن آفس میں ہوتا.جب گھر واپس آتا تو زنیرہ گھر پر نہ ہوتی .اس نے آج کئی روز بعد زنیرہ کو دوبارہ زونی کہہ کے پکارا تھا.

"دوبارہ کہو ".اس نے کہا اور پاگلوں کی طرح مسکرائی.

"کیا کہوں؟ "وہ سمجھ نہ سکا.

"زونی کہو "..اس نے خود کو سمبھالتے ہوئے کہا.

"زونی.زونی.زونی.کہاں گئی وہ زونی جو میری بہن تھی.جس کے ساتھ میں گھنٹوں باتیں کرتا تھا.کہاں گئی وہ زونی جس کے ساتھ بیٹھ کر میں ہر مسئلے پے بات کرتا تھا.کیوں ہرٹ کر رہی ہو مجھے زونی.کیا ہو گیا ہے تمہیں "!وہ آہستگی سے کہتا گیا.

"وہ زونی..وہ زونی مر گئی مارکو.اور اب زنیرہ زندہ ہو گئی ہے ".اس کی باتیں کسی پگل جیسی تھیں.

" کچھ نہیں ہوا اس زونی کو.کچھ نہیں ہوا.تم خود کو سمبھال لو زونی،اور دوبارہ اپنی زندگی شروع کرو.میں نہ کبھی تمہارا تھا،نہ ہوں،نہ کبھی ہوں گا.میں پہلے کسی کا نہیں تھا مگر اب ہوں.میں اب سارا کا ہوں "!اس نے زنیرہ کے سامنے اپنی محبت کا اقرار کیا تھا.

"مم..مارکو "..اس کی آنکھیں اک دم کھل گئیں.نشہ جیسے اک لمحے میں اڑ گیا تھا.

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں زونی یہی حقیقت ہے ".اس نے کہا.

"ٹھیک ہے. اگر یہی حقیقت ہے تو مجھے اکیلا چھوڑ دو. مجھے میرا ٹائم دو. اور سارا کو مجھ سے دور رکھو ". کہہ کر وہ خود سمبھالتے ہوئے آگے بڑھ گئی.

"کیا ہو گیا ہے اس لڑکی کو "..وہ فکر مند تھا زنیرہ کے لیے.

****

سورج ڈوب گیا اور شام کا نارنجی رنگ ہر سو پھیل گیا. ایک اور دن گزر گیا اور مارکو بے صبری سے اس خاصی چیز کا انتظار کرتا رہا .

"اگلے دن کا سورج چڑھنے کے ساتھ ہی مجھے میری امانت مل جانی چاہیے ورنہ مارکو ایک پر پھر محمّد پے غالب آجائے گا ".اس نے کہا اور جیسے اس کی بات سن لی گئی. اگلے دن کا سورج چڑھا اور سلیم ہاتھ میں پارسل لیے اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا.

"صاحب، سارا اسماعیل کے نام پارسل آیا ہے ". کہہ کر اس نے مارکو کی جانب وہ پارسل بڑھایا .اس کے "اب جاؤ " کے اشارے پے سلیم سر کو خم دے کے وہاں سے نکل آیا. مارکو اپنے ڈیسک ٹاپ کے سامنے بیٹھا تیزی سے کچھ ٹائپ کرنے لگا. پھر کی بورڈ سے انگلیاں ہٹیں اور اس پارسل کو کھولا جس کا وہ اتنے سالوں سے انتظار کر رہا تھا. یہ وہی تھا. وہی لاکٹ جو ایک آدمی کی جان لے چکا تھا اور اب کئی لوگوں کی جان لینے والا تھا.

مارکو نے اس کو بغور دیکھا. وہ ایک عام سا سونے کا لاکٹ تھا .اس پے کچھ خاص نہیں لکھا تھا. نہ کوئی کوڈ نہ کوئی راز.
مارکو نے اپنی بڑھی ہوئی شیو پے ہاتھ پھیرہ اور مسکرایا .
"چیف تم ذہین تھے مگر مجھ سے زیادہ نہیں ". کہہ کر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا.

"اب بدلے کی باری میری ہے. میں اپنے باپ کا قتل معاف نہیں کروں گا!میں اپنے بچپن کی ہر محرومی کا بدلہ لوں گا. میں اپنے ساتھ ہوئے ہر ظلم کا بدلہ لوں گا. کیونکہ مار کو کبھی معاف نہیں کرتا، کسی کو بھی "!وہ کہتا ہوا اپنی نشست سے اٹھا. پر جیسے اسے پیچھے سے کسی نے آواز دی.

"مہت تم صحیح نہیں کر رہے "..اس نے خود کو آج ایک بار پھر بے حد کنفیوز پایا تھا. اپنے اتنے سالوں کی محنت، سالوں پرانے فیصلے اور ماضی کے غموں کا بدلہ اب وہ لے سکتا تھا مگر کون بار بار اس کو روک رہا تھا. کچھ تو تھا جو وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا. ایک انجان سی قوت اسے اس برے عمل سے روک رہی تھی. شاید یہ وہی قوت ایمانی تھی جو سارا واپس زندہ کرنا چاہتی تھی .

وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کوڈ کو کیسے پڑھنا ہے. یہ راز جال فریم کا استعمال کر کے چھپایا گیا تھا. جال فریم ایک قدیمی دور کا راز چھپانے کا طریقہ ہوا کرتا تھا. دوران جنگ چیف آف اسکوپلے آرمی نے وہ راز، وہ اسکوپلے ڈیفنس سسٹم سیکورٹی کوڈ جس کو ڈیکوڈ کر کے مار کو ان کے ڈیفنس سسٹم میں گھس سکتا تھا. اور بیشمار تباہیاں مچا سکتا تھا، اسماعیل احمد کو دیا تھا.

کوڈ میں طرح طرح کے سائن زکا استعمال کیا گیا تھا جس کی مدد سے مار کو کو وہ کوڈ سمجھنا تھا .

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کوڈ میں ایک سائن دنیا کا تھا. ایک نشان نیچے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تیر کا تھا اور ایک تلوار کا نشان تھا .مار کو نے خوب غور سے اس بے حد چھوٹے نشانات کو پڑھا پھر اس کا ایک شیطانی قہقہہ فضہ میں بلند ہوا .بیشک وہ کوڈ پڑھنے میں کامیاب ہوا تھا .اس نے لاکٹ کو پلٹا تو وہاں ایک مورس کوڈ لکھا تھا. مار کو مورس کوڈ پڑھنا بھی جانتا تھا تو وہ اسے سمجھ گیا. اسے انگلش، ترکش، سپانش کے علاوہ سائن لینگویج اور مورس کوڈ میں بھی مہارت حاصل تھی.

"جیران کی زمین کے نیچے سامان جنگ ہے ".اس نے کوڈ کو زیر لب پڑھا .یہ ایک راز بھی تھا اور کوڈ بھی. اب اس کا اگلا کام اس کوڈ کو توڑ کے اسکوپلے کے ڈیفنس سسٹم میں گھسنا تھا .

****

وہ گھر میں بلکل اکیلی تھیں جب ان کو کھانستے کھانستے پھندا لگا اور یکا یک بے تحاشا خون ان کے منہ سے یکے بعد بہتا چلا گیا .

"آرش! سلمہ "!وہ جتنی زور سے ہو سکتا تھا، چلّاری تھیں مگر وہاں کوئی نہیں تھا جو ان کی آواز پے ڈور کے آ سکے.

"سا..سارا "!انہوں نے سارا کو بھی پکارا جو ان سے میلوں دور بیٹھی تھی. خاصی دیر تک آوازیں لگانے کے بعد بھی جب کوئی نہیں آیا تو وہ مایوس ہو گئیں. انہیں لگا کہ اب انکا وقت ختم ہو گیا تھا مگر جسے اللہ بچانا چاہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا. اگلے ہی لمحے گھر میں داخل ہوتا آرش ان کی جانب بھاگتا ہوا آیا . ان کی حالت بہت بری تھی. قمیض کے دامن پے جگہ جگہ خون پڑا تھا. ہونٹ خشک اور پیشانی پسینے سے بھیگی ہوئی تھی.

"اماں بی! مجھے معاف کر دیں میں لیٹ ہو گیا. اٹھیں ".. کہہ کر آرش نے اپنی ماں کو اٹھایا.

"بیٹا..سارا..سے بات "..کہتے کہتے وہ بے ہوش ہو گئیں. ان کی حالت اب ایسی نہیں رہی تھی کہ ان کو گھر میں رکھا جائے . آرش کو کیسے بھی ان کو اسپتال لے جانا ہی تھا. ڈاکٹرز ان کو جواب دے چکے تھے مگر" یہاں سے بہتر حالت میں رہ سکیں گی "کی سوچ پے وہ ان کو اسپتال لے جانے کا فیصلہ کر چکا تھا.

BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

نومبر ۲۰۱۰

"سر ".ایک آدمی اس کے آفس میں دستک دے کے داخل ہوا تھا.

"کہو ".وہ فائلوں کے صفحے پلٹا کچھ ڈھونڈنے میں مگن تھا .

"سر، دارون صاحب نے آپ کے ڈسیژن کے بارے میں پچھوایا ہے ". کہہ کے وہ آدمی تو خاموش ہو گیا مگر اس کی شامت آئی تھی.

"اگر میں نے کوئی فیصلہ لیا ہوتا تو دارون کو بتا چکا ہوتا نا؟ "!اس نے اپنی آواز پر قابو کرتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا چبا کے ادا کیا.

"جی سر مگر میں ان کو.. کیا جواب دوں "..ہر کوئی مارکو کے غصّے سے ڈرتا تھا. جس پر وہ اپنا رحم کا ہاتھ رکھتا وہ خوش نصیب ہوتا تھا.

"آؤٹ ".اس نے شدّت جزبات سے آنکھیں بند کر لیں.

"جی سر؟ "شاید اس نے صحیح سے سنا نہیں تھا.

"آئی سیڈ گیٹ دا ہیل آؤٹ آف ہیر "!اس کی دھاڑ پے وہ بندہ کانپ گیا. حکم سنتے ہی وہ وہاں سے سر پے پاؤں رکھ کے بھاگ آیا. مارکو نے اپنی بڑھی ہوئی شوپے ہاتھ پہرہ پھر ایک گہری سانس اپنے اندر اتاری. سب پرفیکٹ تھا تب تک جب تک مارکو کو کوئی فیصلہ نہ لینا پڑے .

****

وہ پورا دن اسی ایک کمرے میں اسی ایک جگہ پے بیٹھا مسلسل اپنے ہاتھ کی بورڈ پر نچا رہا تھا. سر میں ہوتا درد اب بڑھتا جا رہا تھا. لیکن اس کو پروا تھی تو بس اس بات کی کہ کسی طرح وہ اس کوڈ کو توڑنے میں کامیاب ہو جائے. مانیٹر کی اسکرین پوری طرح ہری تھی اور اس پر طرح طرح کی سطریں گزر رہی تھیں. سرخ لال آنکھیں اس اسکرین کو بغور دیکھ رہی تھیں .

"کیا مصیبت ہے "! ایک اور بار پروگرام فیل ہوا تھا .

"نو اوٹپٹ جنرے ٹڈ "!اسکرین پے جگمگانے لگا .

"کچھ بھی ہو جائے میں ہار نہیں مانوں گا! میں مان ہی نہیں سکتا..بات سارا کی حفاظت کی ہے"..وہ غصے میں کہتے اک دم آواز دبا گیا تھا. اس نے پھر شروع سے شروع کیا. یہ کوئی چھبیسویں بار لکھنا شروع کیا گیا تھا. اور ستائیسویں بار لکھنے کی

نوبت نہ آئی .

"پروگرام سکسیڈ!اوٹپوت جنرے ٹنگ "!اسکرین پے لکھی اب کی سطر کو دیکھ کے مار کو خوشی سے اپنی جگہ سے اچھل پڑا.

"یہ ہوئی نابات "!اس نے اپنی اس قدر بڑی کامیابی کو سراہا. فوراہی اسکرین پے اسکو پلے ڈیفنس سسٹم جگمگانے لگا.

"میں جان کے نہیں کر رہا سارا..اب مجبور ہوں...پر تمہارے گھر والوں کو لے آؤں گا "..اس نے سارا کو دل میں مخاطب کیا تھا. پھر وہاں رکھے اپنے موبائل کو اٹھایا اور ایک کال ملائی.

"میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے. اب تم اپنے وعدے پر قائم رہنا ". یہ کال صدر خالاف کو لگائی گئی تھی جو کہ ایک دو رنگ میں ہی اٹھالی گئی تھی. ظاہر تھا مار کو کی کال تھی. نہ اٹھا کے انہوں نے اپنا خاصا بڑا نقصان کو کرنا نہیں تھا.

"مار کو!میرے عزیز دوست!کیسے ہو تم؟ " ان کی آواز میں بلا کا جوش تھا.

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے صدر ".اس نے کہا.

"خیریت جناب؟ لہجے میں اتنی کڑواہٹ؟ "انہوں نے سوال کیا. ان کا یوں انجان بننا مار کو کو مزید طیش دلا رہا تھا. اس کی کنپٹیوں کی نسیں واضح ہونا شروع ہو گئیں.

"اونٹ پہاڑ کے نیچے ہے ". یہ محاورہ نہیں بلکہ وہ ہڈن میسج تھا جو اس نے صدر صاحب کو دیا تھا. کہیں کوئی کال ٹریس نہ کر لے اس لیے اس نے وہ راز ان تک ایسے پہنچایا.

"کیا واقعی؟ "!وہ حیران تھے. مار کو کی ہر جیت ایسے ہی حیران کن ہوتی تھی .

"جی بلکل!اب تمہاری باری ہے. پورا کرو اپنا وعدہ ".اس کے کہتے ہی وہ خوب زور سے ہنسے.

"بلکل کیوں نہیں . اب جشن کی باری ہماری ہے "!ان کا اشارہ اس وقت کی جانب تھا جب اسکوپلے نے خالاف کو خاصا بھاری نقصان پھنچایا تھا. اسی نقصان میں مارکو کے والد، اشفاق احمد کی موت ہوئی تھی.

"مجھے صرف اپنی بیوی اور اس کے گھر والوں کی حفاظت کی پرواہے "! اس کے جواب پے وہ پھر خوب زور سے ہنسے.

"بلکل !اب باقی کام مجھ پر چھوڑ دو. اپنا پلان بتاؤ ". ان کے کہنے پے مارکو نے ایک گہری سانس باہر چھوڑی پھر گویا ہوا.

"کسی کی ریاست کو تباہ کرنے کے بس یہی تین اقدام ہوتے ہیں. سائبر اٹیک. ایسولیشن. بمباری. بوم !اور سب ختم "! اس نے اپنا سالوں پرانا پلان ان کے سامنے رکھا.

"تم واقعی پکّے کھلاڑی ہو مارکو "!ان سے اسے داد دیئے بغیر رہا نہ گیا.

"مارکو کسی ایسے کھیل میں کودتا ہی نہیں جہاں جیت کسی اور کی ہو. اب بس دیکھتے جاؤ. میرے ساتھ ہوشیاری کی سوچنا بھی مت. اسکوپلے کی ٹیکنالوجی کی دھجیاں اڑتے ہوئے آج تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے ".

"ایک بار ہر طرح کا کمیونیکشن کا ذریعہ ان سے چھن جائے پھر یہ لوگ خود ایک جگہ آئسولیٹ ہو جائیں گے. پھر ان کا صفایا کرنا بہت آسان ہو گا. کبھی انہوں نے ہمارا نام ونشان مٹا کے ہماری سرزمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی. اور آج خود یہ کہاں کھڑے ہیں"!

"بلکل !باہر کی دنیا سے ان کا ہر طرح کا رابطہ ختم کرنے کی ذمے داری میری ہے. باقی تمہارا کام ہے. میں پھر کہتا ہوں، اپنی بات سے مکرنے کا سوچا بھی تم نے، تو میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ ساری دنیا دیکھے گی ". کہہ کر مارکو نے کال کاٹ دی پھر موبائل ساتھ رکھے صوفے پے اچھال دیا.

****

"شائستہ بی میں مزید انتظار نہیں کر سکتی !مجھے اپنی ماں کے پاس جانا ہے !یہ آدمی کچھ نہیں کرے گا. اس نے مجھے اپنی

قید میں ڈالنے کے لیے یہ نکاح کا ڈرامہ کیا ہے. مجھے بس جانا ہے تو "..وہ حلق کے بل چلاتی چلاتی اک دم چپ ہو گئی تھی. جس کے بارے میں بول رہی تھی وہ جو آ گیا تھا. مار کو کو دیکھتے ہی جیسے اس نے اپنے لب سی لیے. ان دونوں کا رشتہ ایسا ہی تھا. کبھی مکمل چھاؤں تو کبھی کڑکتی دھوپ.

"بولو، کیا بول رہی تھیں ". وہ چلتا ہوا اس کی جانب آیا. شائستہ بی کونے میں لبوں پے ہاتھ رکھے کھڑی تھیں. چہرہ فق پڑ چکا تھا. مار کو سارا کے ساتھ جو کرنا والا تھا وہ اندازہ کر سکتی تھیں .

"مجھے اپنے گھر جانا ہے ". اس نے دھاڑنے کی کوشش کی مگر مار کو کے بڑھتے قدم اس کی آواز کو دبا رہے تھے. وہ آج پھر پٹڑی سے اتر گئی تھی.

"تمہیں ایک بار کی بات سمجھ میں نہیں آتی ؟! میں کتا ہوں جو کئی بار بھونک چکا ہوں کہ کام ہوتے ہی تمہیں کر دوں گا دفع تمہارے منحوس ملک تمہاری اس بے ہودہ ماں کے پاس "!اب مار کو کی باری تھی دھاڑنے کی. کچھ کام کا بوجھ تھا تو کچھ سارا کی بد تمیزی. پھر وہ مسلسل سارا کی حفاظت کی خاطر اتنے بڑے بڑے فیصلے لے رہا تھا اور کا سارا کا اس طرح کا رویہ. مار کو کے منہ میں جو آیا وہ بول گیا .

"بکواس بند کرو! خبر دار جو اگر تم نے میرے ملک کو یا میری ماں کو کچھ بھی کہا. میں تمہارا منہ توڑ دوں گی مار کو "!اس نے اپنی شہادت کی انگلی اٹھا کے مار کو کو دھمکایا تھا.

"یہ انگلی دوبارہ میرے سامنے اگر اٹھی، میں اس کو "... اسکی آنکھیں طیش کے عام میں لال انگارہ ہو رہی تھیں مگر وہ ضبط کر گیا. وہ کسی بھی طرح سارا کو کچھ برا نہیں کہہ سکتا تھا.

"اوشٹ اپ! جب تک بات میری تھی میں چپ تھی لیکن اب میں خاموش نہیں رہوں گی. آئندہ اگر تم نے میری ماں "..اس کی بات کاٹ دی گئی تھی.

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جیسی ماں، ویسی بیٹی. گھٹیا ماں کی گندی اولاد "!اب سے برداشت نہ ہوا. مرد تھا اور اس کی اتنی پرواہ کا وہ یہ بدلہ دے رہی تھی. مارکو کی بات پے سارا سے اپنا غصہ قابو نہ کیا گیا اور اس نے بے ساختہ ایک زناٹے دار تھپڑ مارکو کو رسید کر دیا. اس تھپڑ کی گونج جیسے پورے گھر میں سنائی دے رہی تھی . مارکو بے یقینی کے عالم میں اس کی صورت تکتا رہ گیا. سارا کی حالت کچھ مختلف نہ تھی. وہ حیران پریشان اس کی شکل دیکھ رہی تھی. مارکو کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا جبکہ سارا کے چہرے پے ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جارہا تھا.

"ما.. مم.. ارکو "..وہ کچھ کہہ پاتی اس سے پہلے مارکو نے شدت جذبات سے اپنی مٹھیا بھینچ لیں اور ساتھ میں رکھے ایک پانی سے بھرے گلاس کو زمین پے دے مارا مگر سارا کو کچھ نہ کہا. سارا کانوں پے ہاتھ رکھ کے پیچھے اچھلی تھی.

"مم..مارکو میں " ..اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر مارکو وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوا باہر نکل گیا . سارے ملازمین کے سامنے مارکو پے کسی نے ہاتھ اٹھایا تھا. وہ مارکو جو کسی سے اپنے بارے میں ایک لفظ الٹا نہیں سن سکتا تھا اس کو سارا اسماعیل نے تھپڑ رسید کیا تھا. وہ وہاں ڈری سہمی کھڑی رہ گئی .

****

دل ڈھال گیا اور شام کی رونقیں پورے شہر میں پھیلنے لگیں. یہاں خلاف میں شام کو زیادہ رونق ہوتی تھی. مرد و زن سب خوبصورت موسم اور ڈھلتے سورج کو دیکھنے ٹوپو برج پے آجایا کرتے تھے. اپنے کمرے میں کئی سوچوں میں گم، پریشان سارا ادھر ادھر گھوم رہی تھی.

"یا اللہ یہ مجھ سے کیا ہو گیا! میں کیوں خود پر قابو نہ کر سکی اپنے شوہر پے ہاتھ اٹھا دیا "..وہ بہت ڈر گئی تھی. پر شرمندہ زیادہ تھی. اسے مارکو کی وحشت کا اندازہ تھا.

"شائستہ بی میں کیا کروں بتائیں نا ". وہ ساتھ رکھے صوفے پے، اخبار کے پیچھے منہ چھپائی بیٹھی شائستہ بی سے مخاطب تھی.

"میں آپ سے کئی بار کہہ چکی ہوں کہ ان سے معافی مانگیں. لیکن آپ میری بات سن ہی کب رہی ہیں ". انہوں نے اخبار کے پیچھے سے ہی جواب دیا. سارا ان کی جانب آئی اور اخبار ان کے ہاتھ سے جھپٹ لیا.

"اور اگر انہوں نے میری بے عزتی کر دی؟ "وہ ماتھے پے شکنیں سجائے پوچھ رہی تھی.

"بیٹا آپ نے بھی کچھ کم بے عزتی تو کی نہیں ہے ان کی ". ان کے جواب پے اس نے اپنی انگلیاں دانتوں میں دبائیں.

"جاؤ جا کے معذرت کرو ". کہہ کر انہوں نے اخبار سارا کے ہاتھ سے واپس لیا.

"یار میں کیوں ہوں ایسی! عجیب مصیبت ہے ". اس نے اپنی کمر پے ہاتھ رکھتے ہوئے تاسف سے کہا.

"آپ نے خود ہی پالی ہے یہ مصیبت بیٹے ". ان کی بات پے اس نے پلٹ کے ان کی جانب دیکھا جو واپس خبر پڑھنے میں محو ہو گئی تھیں.

"کیا یار اب اس کھڑوس مکوڑے سے معافی مانگنی پڑے گی ". جو باز آجائے وہ سارا کیسی. اس کی بات شائستہ بی کے کانوں تک پہنچ گئی تھی.

"وہ آپ کو سن سکتے ہیں بیٹا جی ". ان کی بات پے اسے یاد آیا کہ ہر کمرے میں کیمرے لگے ہوئے ہیں.

وہ بنا کچھ کہے کمرے سے نکل آئی اور ایک گہری سانس لے کے اپنے مشن پے روانہ ہو گئی.

وہ جانتی تھی کہ مار کو آج گھر پے ہی ہو گا. اور یقیناً اپنے کمرے میں ہی پایا جائے گا. وہ اس دیوار میں چھپی لفٹ سے اس کے کمرے تک آئی. پھر کچھ سوچنے لگی اور لفٹ کا بٹن نہ دبایا. چونکہ لفٹ ڈائریکٹ اس کے روم میں کھلتی تھی تو سارا نے خود کو تیار کرنے کی غرض سے تھوڑی دیر انتظار کرنا چاہا اور بٹن اسی وجہ سے نہ دبایا. مگر نجانے کیسے وہ لفٹ اپنے آپ چل پڑی گئی. وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی باہر آئی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی. جس طرح وہ اس کے کمرے میں جھانک رہی تھی، کسی چور سے کم نہیں لگ رہی تھی. وہی حسین پرفونز کی مہک اور اسٹائلش کمرہ.

"مارکو "..اس نے آہستگی سے کہا مگر کوئی جواب نہ ملا. اب وہ چلتے چلتے کمرے کے بیچ و بیچ رکھے بیڈ کی پاس آ کھڑی ہوئی.

"مارکو تم کہاں "..وہ کہتے کوئی پلٹی تو اک دم چپ لگ گئی. وہ اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا. سارا کا جیسے دم نکل گیا. وہ اپنی ان ہلکی بھوری آنکھوں میں طیش لیے اس کو گھور رہا تھا. وہ دو قدم پیچھے گئی اور بیڈ پے جا گری. مارکو نے تاسف سے سر ہلایا اور ایک گہری سانس لی.

"یہ تو حال ہے تمھا اور کہہ رہی تھیں کہ منہ توڑ دو گی ".اس کے طنز پے وہ دوپٹہ درست کرتی اٹھی. اور خفت سے نظریں جھکا گئی.

"کیوں آئی ہو؟ "اس کا لہجہ سپاٹ تھا.

"وہ..میں..مجھے سوری..کرنی تھی "..اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ادا کے.

"کہو ".مارکو کے جواب پے بہ مشکل اٹھتی لڑکی پھر بیڈ پے جا گری.

"حد ہے ".مارکو نے اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا. سارا نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا ہاتھ تھاما اور اس کے سہارے اٹھ کھڑی ہوئے.

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب کہو سوری. جلدی. ٹائم نہیں ہے میرے پاس ".اس کے لہجے میں بے زاری تھی. مارکو نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا.

"سوری. مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا. میں نے غلطی کی مجھے معاف کر دو ".سارا نے بچوں کی طرح اپنے کانوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے معافی مانگی تھی. وہ کیسے نہ معاف کرتا. اس کا دل موم کر دینے والی وہ پہلی اور آخری لڑکی تھی.

"اوکے. اب جاؤ ".اس نے کہا اور اپنی ورک ٹیبل کی جانب بڑھ گیا.

"میں جاؤں؟ "سارا نے جیسے دوبارہ سننا چاہا. مار کو اس کو جانے کو کہہ رہا تھا وہ بھی ایسے روکھے انداز میں .

"اس نے مجھے معاف نہیں کیا شاید ". اس نے سوچا اور مار کو کے پیچھے لپکی.

"ہاں ". وہ اطمینان سے کرسی گھسیٹ کے بیٹھ گیا. سارا وہیں رکی اور لفٹ کی جانب بڑھ گئی. وہ اس سے دور جاتے ہوئے خود کو تکلیف میں کیوں محسوس کر رہی تھی. اسے مار کو کا خود کو جانے کا کہنا برا کیوں لگا تھا.

"سنو " ..مار کو نے نظریں اپنے لیپ ٹاپ کی اسکرین پے ہی رکھیں مگر سارا کو آواز لگائی. جس پے وہ فوراً پلٹی.

"ہوں ".

"سوری. میں نے بھی تمہاری اور تمہاری والدہ کی انسلٹ کی تھی ". مار کو نے شاید زندگی میں پہلی بار کسی سے معافی مانگی تھی. سارا زیر لب مسکرا دی.

"اوکے "..اس نے جواب دیا.

میں روکوں گا تو روک جاؤ گی؟ "مار کو کے سوال پے وہ گڑبڑا گئی . اسے کوئی جواب نہ سوجھا تو کندھے اچکا دیئے.

"یہ کیا ہے؟ ہاں یا نہ کرو ". اس نے کہا اور اپنی کرسی سے اٹھا.

"ہاں ". یہ اس نے کیوں کہا وہ نہیں جانتی تھی بس فل وقت وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی.

"کیوں؟ "اس کے سوالات ختم ہونے کا نام نہیں لیتے تھے .

"کیا مطلب کیوں. روکو گے تو رکوں گی. بدتمیز نہیں ہوں نا. کوئی بلاتا ہے تو سن لیتے ہیں. یہ مینرز کہلاتے ہیں ". اس نے اپنے سے تیرہ سال بڑے شوہر کو آداب سکھانا شروع کر دیئے تھے.

"اچھا جی. مجھے تو پتا ہی نہیں تھا. اور کچھ؟ "وہ اس کی ایسی حرکتوں پے محظوظ تھا. مار کو آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھنے لگا. وہ آگے آتا سارا دو قدم پیچھے ہوتی.

"نادم ہو یا بس ایسے ہی سوری کہنے آ گئیں؟ "ایک اور سوال.

"ظاہر ہے ہوں. جبھی یہاں تک آئی ہوں ورنہ میں کبھی تمہارے اس کمرے میں نہ آؤں. کتنا عجیب ہے یہ. بے رونق سا کمرہ ".اسنے تبصرہ کیا تو مار کو سینے پے ہاتھ لپیٹے بڑے غور سے اس کو سن رہا تھا.

"اچھا؟ "اس نے اپنا نچلا لب باہر کی جانب موڑتے ہوئے طنزیہ بے یقینی کا اظہار کیا.

"بلکل "!سارا نے جوش سے سر اثبات میں ہلایا.

"تو تم آجاؤ یہاں، رونق آجائے گی ".مار کو سے اسے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی. ظاہر تھا یہ ایک سرد پتھر دل آدمی تھا. اس میں جذبات کہاں ہو سکتے تھے.

"میرے آنے سے نہیں، یہاں اللہ کے ذکر سے رونق آئے گی ".سارا نے جواب دیا جس کو مار کو ایک لمحے کو سمجھ ہی نہ سکا.

"اللہ کے ذکر سے دلوں میں نور جاگتا ہے. اور زندگی میں رونق آجاتی ہے ".یہ جملہ اس نے کسی کتاب میں پڑھا تھا جب وہ ۱۳ سال کا تھا.

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں خدا پے یقین نہیں کر سکتا. اس نے میری تب مدد نہیں کی تھی جب مجھے اس کی ضرورت تھی ".وہ پیچھے ہوا اور چلتا ہوا بیڈ کی جانب آ گیا اور اس کے ایک کونے پے براجمان ہو گیا.

"اگر اللہ نے مدد نہ کی ہوتی مار کو تو تم زندہ بھی نہ ہوتے. زنیرہ زندہ نہ ہوتی ".سارا تھوڑی بہت اس کی زندگی کی محرومیوں سے واقف تھی. بس اتنا جتنا شائستہ بی نے اس کو بتایا تھا.

"سارا یہ کوئی بات نہیں ہوئی. مجھے زندہ ہونا تھا تو میں زندہ ہوں. ختم بات ".سارا اس کے برابر آ بیٹھی تھی.

"اللہ نے چاہا تھا کہ تم زندہ رہو تو تم زندہ تھے مار کو ".اس کے یقین کا لیول دیکھ کے مار کو کو اپنی بات پے شک ہونے لگا.

"اگر اللہ اس وقت تھا جب میں نے اس کو پکارا تھا تو اس نے جواب کیوں نہیں دیا؟ "!وہ سارا کے بات کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سارا اس کے سوالوں کے جواب دی پائے گی.

"کیونکہ اللہ سارے جواب بہت پہلے دے چکا ہے مارکو. اس کی صورت میں جو یہاں ہے ". اس نے آگے بڑھ کے مارکو کے سینے پے اپنا ہاتھ رکھے. سارا کا اشارہ قرآن کی جانب تھا. وہ قرآن جو اس کے دل میں آج بھی محفوظ تھا. مارکو نے سارا کے ہاتھ پے نرمی سے اپنا ہاتھ رکھا تو وہ زیر لب مسکرا دی.

"مجھے اپنی موجودگی کی ایک نشانی دے اللہ ابھی اور اسی وقت، میں واپس اس پے یقین کرنے کو تیار ہوں ". اس کی بات پے سارا نے مارکو کی آنکھوں میں جھانکا تھا. وہاں ڈھیروں سوالات تھے.

"یہ ایک حافظ قرآن کہہ رہا ہے؟ یاد کرو وہ آیات جس میں اللہ نے فرمایا تھا، کہ آسمان اور زمین کی موجودگی، سورج اور چند کا ہونا، دن اور رات کا آنا جانا کھلی نشانیاں ہیں، عقل والوں کے لیے ". اس نے اپنا ہاتھ مارکو کے ہاتھ کے نیچے سے نکالا اور جواب دیا.

"پر "..وہ کچھ کہتا کہ سارا بول پڑی.

"کیا تم عقل والے ہو؟ "اس نے سوال کیا تو مارکو نے کسی فرمانبردار بچے کی طرح اپنا سر اثبات میں ہلایا.

"تو پھر یقین کرو. بھروسہ کرو اللہ پے کہ وہ ہے. وہ سب دیکھ رہا ہے. تم سے کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ طاقتور ہے ". وہ ہر ہر بات بے حد آرام اور نرمی سے کہہ رہی تھی.

"میرا ایمان واپس آنے میں بہت وقت لے گا سارا، بے کار میں مجھے کنونس کرنے کی کوشش مت کرو ". وہ اٹھنے لگا تو سارا نے اس کا بازو تھما اور واپس بیٹھا دیا.

"ایمان کہیں جاتا تھوڑی ہے. وہ ازل سے ابد تک یہیں ہوتا ہے، دل میں . یہ تو دماغ ہے جو بھک جاتا ہے. اور بے کار میں کیا کنونس، اگر مجھ سے اللہ تمہاری سدھار کروا سکتا ہے تو مجھے کرنے میں کیا اعتراض ہو گا ". وہ اتنا پر اعتماد کیسے

تھی اللہ کے بارے میں. مار کو اس کے چہرے پے وہ سکون دیکھ رہا تھا جس سکون کی تلاش اس کو خود کئی سالوں سے تھی. وہ سکوں جو اس کے بچپن میں ہی کہیں دفن ہو گیا تھا.

"تم اتنا پر سکون کیسے ہو سارا؟ میں نے تم سے تمہارا سب کچھ چھین لیا اور تم مجھے میرا کھویا ہوا ایمان لوٹانے بیٹھ گئی ہو ". اس نے سوال کیا تو وہ نرمی سے مسکرائی.

"اللہ پے بھروسہ چیز ہی ایسی ہے ". اس کے ہر سوال کا جواب بس اللہ تھا. صرف اللہ.

"تم مجھے ایک پیپر اور پن دو ". سارا نے کہا تو وہ یکا یک اٹھا اور ٹیبل سے ایک کاغذ اور قلم اٹھا کے لیا. پھر اس کو تھما دیا.

"تم یہ کتابیں پڑھنا. یقین جانو بہت سکون ملتا ہے. ابھی قرآن نہ پڑھو مگر یہ تو پڑھ ہی سکتے ہو ". اس نے چند دینی کتابوں کی لسٹ بنانا شروعکی. مار کو اس کو بغور لکھتے ہوئے دیکھ رہا تھا . اس کی نظریں جب سارا پر پڑتیں، ہٹانا مشکل ہو جاتھا.

"یہ لو ". سارا نے اس کی جانب وہ پرچہ بڑھایا جس کو مار کو نے پڑھنا شروع کیا. پڑھتے پڑتے وہ مسکرا اٹھا .

"کیا ہوا؟ تم مسکرا کیوں رہے ہو؟ "اس نے سوال کیا تو مار کو نے نظریں سارا کے چہرے پے ڈالیں.

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم یقین نہیں کرو گی، یہ ساری کتابیں میں بچپن میں چاٹ چکا ہوں ". اس کے جواب پے سارا کی آنکھیں پھیل گئیں.

"لیکن ان میں سے تو بہت سی کتابوں کی بہت سی باتیں مجھے آج تک سمجھ میں نہیں آئیں. تم نے بچپن میں کیسے پڑھ لی تھیں ". وہ حیرت زدہ سی پوچھ رہی تھی.

"ذہین بچا تھا میں، تمہاری طرح پھوڑ نہیں تھا". کہہ کر اس نے سارا کی کانپتی پے ہاتھ رکھ کے اس کے سر کو ہلکا سا ہلایا.

"ارے پر.. تم جھوٹ بول رہے ہو ". اسے کچھ نہ سوجھا تو جھوٹ کا الزم لگا دیا.

"الزام لگانا کتنا بڑا گناہ ہے تمہیں پتا بھی ہے؟ "اس نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کیا.

"میں کیسے مان لوں کہ تم "..ابھی وہ مزید گلے کرتی،مارکو نے یکے بعد ان کتابوں کے ہر ہر ٹوپیکس،ان میں ڈسکس ہوئی تمام باتیں گنوانا شروع کر دیں.سارا نے تو آج کل ہی میں یہ پڑھیں تھیں تو اس کو یاد بھی تھا مگر مارکو نے جو بچپن میں پڑھا تھا اسے آج تک یاد تھا.سارا کا منہ حیرانی سے کھلتا چلا گیا.

"اچھا بس بس آگیا یقین "!اس نے مارکو کے منہ پا اپنا ہاتھ رکھ کے اس کو چپ کروانا چاہا.وہ اسی لمحے چپ ہو گیا اور مسکرانے لگا پھر نظروں سے سارا کے اپنے لبوں پے رکھے ہاتھ کی جانب اشارہ کیا تو سارا کو احساس ہوا کہ کچھ غلط ہو گیا ہے.

"سوری ".وہ خفت سے بولی.

"مجھے برا تو نہیں لگا ".اس کے جواب پے سارا نے نظریں اٹھا کے اس کو دیکھا جو ڈھیٹوں کی طرح ہنس رہا تھا.

"بہت غلط بات ہے مارکو.میں تمہیں اتنی اچھی باتیں بتا رہی ہوں اور تم ہو کے ".. وہ اٹھنے لگی تو مارکو نے اس کی کلائی تھامی .

"سارا،تھینک یو.مجھے کچھ اطمینان ہوا ہے.کچھ سکون آیا ہے ".اس نے کہا اور سارا کی کلائی چھوڑ دی.وہ اپنی مسکراہٹ چھپا نہ سکی اور دل ہی دل میں خوش ہوتی وہاں سے چلی آئی.

****

جاری ہے

باقی آئندہ

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR LIFE

Click here

safareadab.com

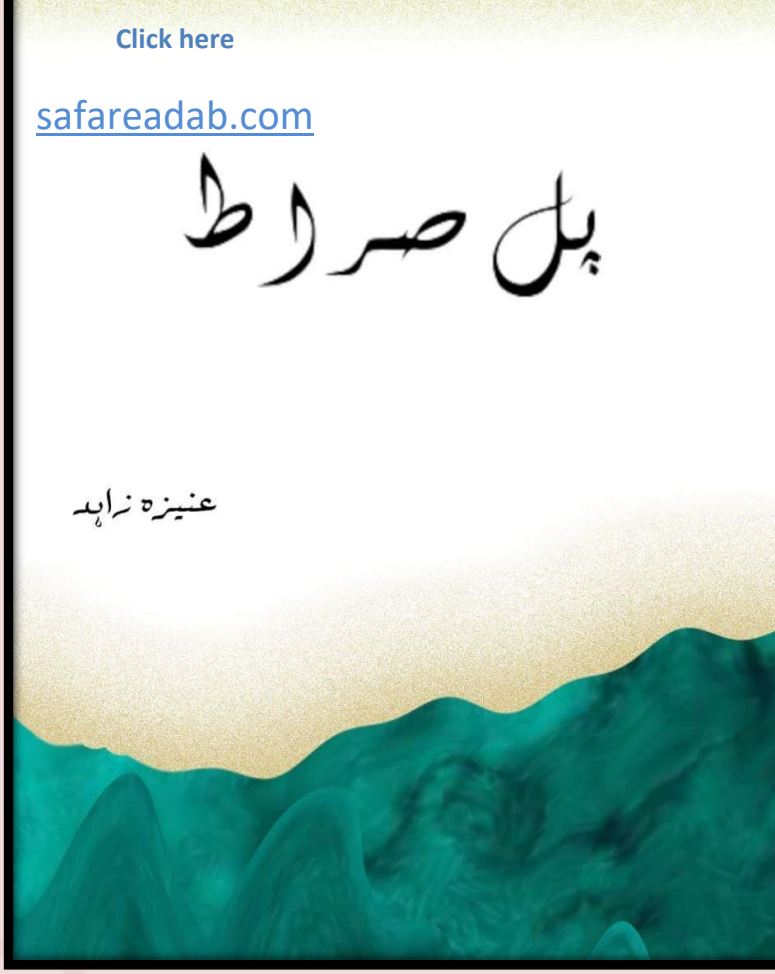

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

Click here

safareadab.com

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو ہا آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنالیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آگئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُر یقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

ناول خواھر و برادر کی ایک جھلک

"بس!" جائی یانہ نے ہاتھ کھڑا کر دیا۔ "میرا پیٹ تو بھر چکا ہے۔ اب اور کچھ نہیں کھایا جائے گا۔ ایسا کرو باقی کا تم کھالو۔"

وہ ہاتھ گراؤنڈ میں اُگی گھاس پر پھیرنے لگی جو خشک تھی۔

"جی تین چار نوالے چھوڑ کر بڑا احسان کیا آپ نے۔" زید نے خاصے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تو میں نے اکیلے کھایا ہے؟ تم بھی تو کھا رہے تھے۔" اس نے بھی تنک کر کہا۔

" میں نے تو بس ایک دو چمچ کھائے ہیں۔ باقی تو بس آپ کو ہی کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔"

"کیوں کھاتے ہوئے پیاری لگ رہی تھی۔" جائی یانہ نے ایک ادا سے ہاتھ جھلایا۔

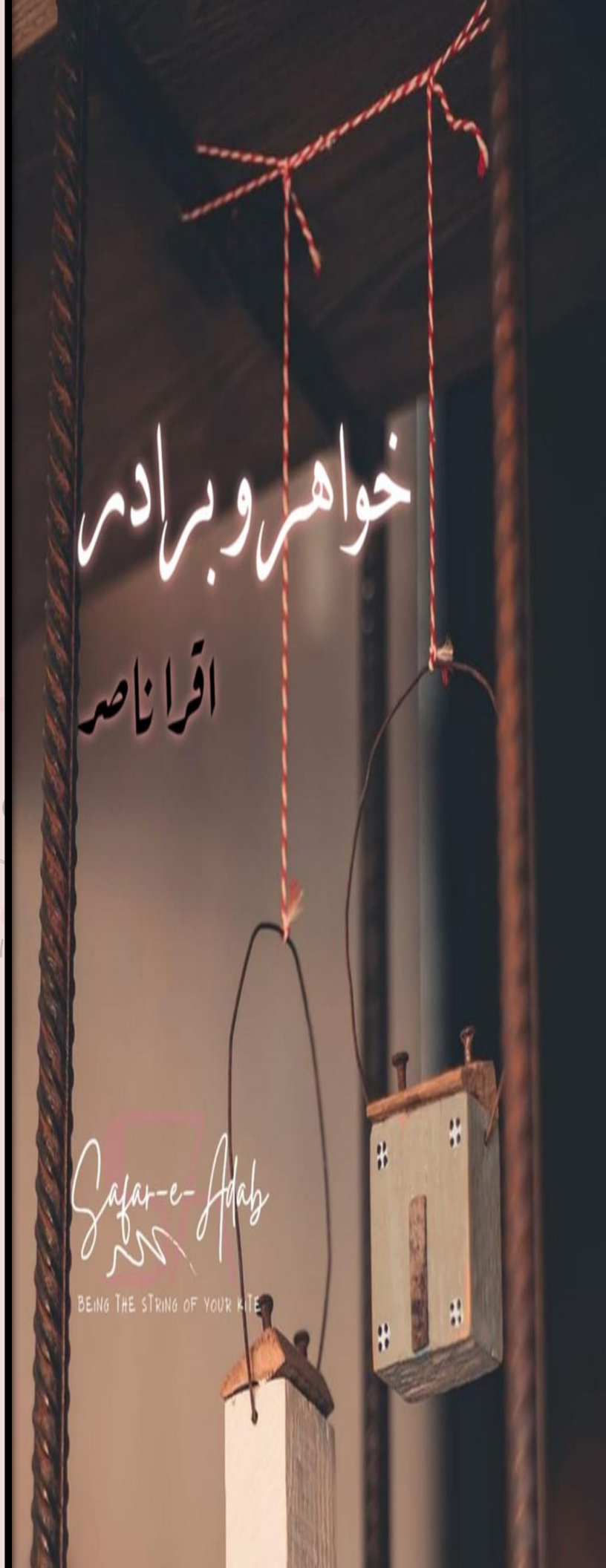

"نہیں سو برسوں کی بھوکی لگ رہی تھیں۔ آپ کو اس طرح کھاتا دیکھ کر مجھے کچھ ہونے لگ گیا تھا۔ میرے حلق سے تو نوالے ہی نہیں اتر رہے تھے۔" زید نے کیک کی کریم سے بھری چمچ منہ میں ڈالی۔

"خود اس طرح کھا رہے تھے اور نام مجھ پر لگا رہے ہو۔" جائی یانہ نے منہ دوسری طرف کیا۔

"آپ خود بھی جانتی ہے میں سچ کہہ رہا ہوں۔" زید نے کے انداز میں واضح چڑانے والا تاثر تھا۔

"زید تم خاموش ہو جاؤ ورنہ وہ صبح تم نے جو کتاب بھیجی تھی ناں وہی تمہارے منہ پر ماروں گی۔"

جائی یانہ نے غصے تلملا کر کہا جبکہ زید کے تاثرات یکدم بدل گئے۔

"کونسی کتاب؟" زید کا سوال سن کر جائی یانہ سیدھی ہوئی اور اسے کے چہرے کو دیکھا۔ ایک پل کے لیے لگا وہ مذاق کر رہا تھا۔

"زید تم مذاق کر رہے ہو ناں؟" گڑبڑ کا جو بیج کچھ دیر پہلے نکلا تھا اب وہ دل میں تناور درخت بن گیا تھا۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں جائی یانہ آپ کونسی کتاب کی بات کر رہی ہیں؟" جائی یانہ کو محسوس ہوا زید کا لہجہ سخت ہو رہا ہے۔ اس کے تاثر بتا رہے تھے یہ مذاق نہیں ہے۔

اوہ میرے خدایا یہ مذاق نہیں ہے۔

"تو وہ کتاب اور گلدستہ صبح تم نے نہیں بھجوایا تھا۔ بارش کے وقت!" زید کے چہرے پر تیور چڑھتے دیکھ کر جائی یانہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پونے لگ گیا۔ اسے ایک پل کے لیے زید میں اپنے باپ کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بھی تو اس کی ماں کو یونہی غصے سے دیکھتے تھے۔

Safar-e-Ishq
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ کتاب اور گلدستہ مجھے چاہیے
جائی یانہ!"زید کھڑا ہو گیا۔

"زید بات کیا ہے تم۔۔۔"

" آپ خاموشی سے چل رہی ہے یا
میں آپ کے ہاسٹل کے کمرے میں جاکر اس گند کو خود
نکالوں۔"زید نے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹی۔

جائی یانہ فوراً سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

زید نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔زید کی گرفت ہلکی تھی مگر
پھر بھی اسے خوف آرہا تھا۔زید کے تاثرات خوف
کھائے جانے کے قابل تھے۔

کچھ لمحات بعد اگر دیکھو تو زید اسی
ملاقاتی کمرے کے چکر کاٹ رہا تھا۔کچھ دیر بعد جائی
یانہ کمرے میں آتی دکھائی دی۔

"یہ ہے!"اس نے جیسے ہی کتاب
زید کے سامنے کی اس نے فوراً پکڑ لی۔جائی یانہ کو ایک
پل کے لیے لگا جیسے زید اس کتاب کو پھاڑ ہی ڈالے گا۔

"وہ پھول کہاں ہے؟"زید نے سرد
لہجے میں پوچھا۔

"اوپر پڑے ہیں۔"

"انہیں بھی لے کر آئیں۔"زید نے
حکم دیا۔جائی یانہ اس زید سے پہلی دفعہ مل رہی تھی۔

جائی یانہ تھوڑی سی ہچکچائی۔

اسے یوں کھڑا دیکھا تو وہ ضبط سے
بولا۔

"جائی یانہ!پلیز وہ پھول لے آئے۔
میرا صبر مت آزمائے میں کچھ کر بیٹھوں گا۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جائی یانہ مڑی اور مرے مرے قدموں سے کمرے سے باہر نکل گئی جب وہ واپس کمرے میں آئی تو اس کے ہاتھ میں سفید پھولوں کا گلدستہ تھا۔ جائی یانہ نے گلدستہ اس کے سامنے کیا نظر بھی نہیں ملائی۔ زید نے وہ گلدستہ تھام لیا۔

اس نے دیکھا سفید پھولوں پر ایک کارڈ لگا ہوا تھا۔ اس نے اس چھوٹے سے کارڈ کو جیسے ہی کھولا اسے سمجھ آ گیا جائی یانہ کیوں جھجک رہی تھی۔

اس میں اظہارِ محبت لکھا ہوا تھا۔ اس کی لائنز اس قدر بولڈ لگ تھی کہ زید نے مٹھی بھینچ لی۔ زید نے ایک نظر جائی یانہ کو دیکھا جو اس سے نگاہیں نہیں ملا پا رہی تھی۔ پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

جائی یانہ نے چہرہ اٹھا کر اسے جاتے دیکھا۔ وہ جا رہا تھا اور وہ اسے روک نہیں سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی اس وقت وہ غصہ تھا۔ اس نے تو سب سے پہلے کتاب کا ہی نام لیا تھا۔ گلدستے کا ذکر تو بہت دیر بعد آیا تھا۔ وہ اسی لیے ان پھولوں کو لاتے ہوئے گھبرا رہی تھی۔ وہ جانتی تھی اگر زید نے اس کارڈ پر نظر ڈالی تو اس کی غیرت یقیناً جوش مارے گی۔

لیکن سوال یہ تھا کہ زید کیا یہ سامان بھیجنے والے کو جانتا تھا! اور اگر جواب ہاں تھا تو پھر کیسے؟ اور کون تھا جس نے اسے یہ سامان بھیجا تھا۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

Safa-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب